وسیلہ
کتاب وسنت کی روشنی میں
میں پکارنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں (القرآن)
اللہ جل جلالہ
مصنف: حافظ محمد قاسم خواجہ
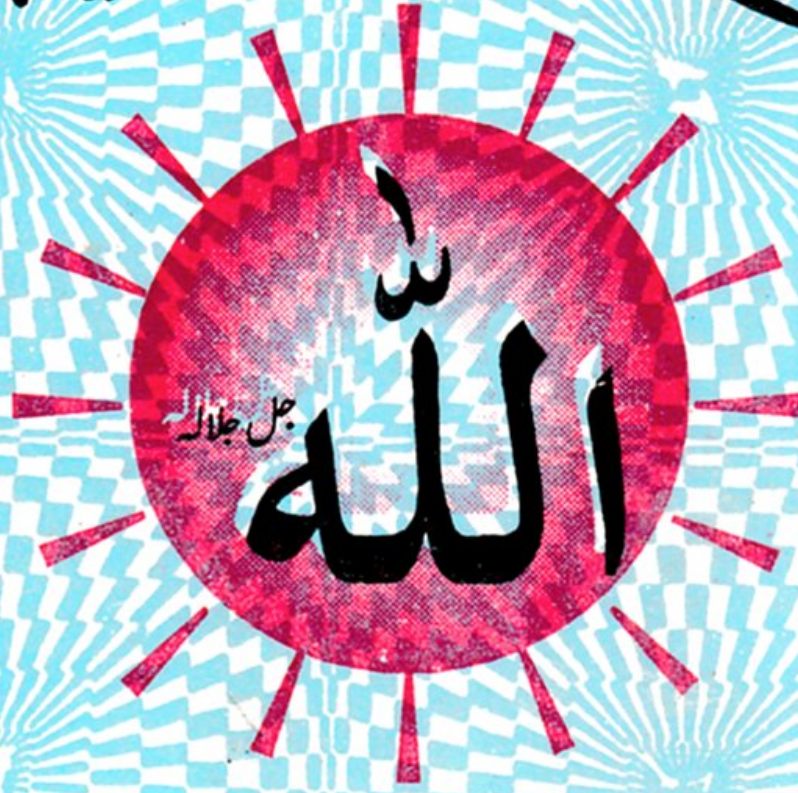
تصنیف

محمد قاسم خواجہ

☆

ناشر

إدارۂ احیاء السنۃ

گھرجاکھ ○ گوجرانوالہ

کتابِ ہٰذا ملنے کے پتے

(۱) ادارہ احیاء السنہ گرجاکھ گوجرانوالہ، فون ۲۲۰۶۲۴
(۲) ادارہ احیاء السنہ غزنی سٹریٹ لاہور، فون ۷۲۲۳۶۴۴
(۳) مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ۔ فون ۷۲۳۹۸
(۴) مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ فون ۲۱۹۷۹۱-۹۲
(۵) مکتبہ اہلحدیث کورٹ روڈ کراچی فون ۲۱۴۸۹۰

(طبع سوم)

فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر

حنفیہ کو فتاویٰ عالمگیری پر بہت ناز ہے۔ بقول ان کے اسے پانچ سو علماء نے ترتیب دیا ہے۔ جب بھی اسلامی نظام کے نفاذ کی بات ہوتی ہے ان سب کی یہ مشترکہ کوشش ہوتی ہے کسی طرح یہ نافذالعمل ہو جائے۔ عام مسلمانوں کو چونکہ صحیح واقفیت نہیں ہوتی اس لیے وہ ان کی باتوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ مصنف نے اپنی کتاب میں اس کے اقتباسات دے کر غبارے میں سے ہوا نکال دی ہے۔ جو اسے ایک دفعہ پڑھ لے گا انشاء اللہ وہ ساری عمر فتاویٰ عالمگیری کے نفاذ کا نام نہیں لے گا۔

صفحات ۱۲۸ : قیمت ۲۵ روپے

قد قامت الصلوٰۃ

(مرتبہ: محمد قاسم خواجہ)

اس کتاب میں نماز کے مسائل پر مختصر مگر جامع اور تحقیقی انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ جو مسلمان بھائی امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کر نماز پسند فرماتے ہیں۔ یہ کتاب ان کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ آپ پڑھ کر محسوس فرمائیں گے کہ اس کتاب کا ہر نمازی کے گھر میں ہونا ضروری ہے۔

کتابت کمپیوٹرائزڈ، خوبصورت دیدہ زیب جلد

صفحات: ۴۸۰، قیمت ۱۰۰ روپے

تعویذ اور دم

(کتاب وسنت کی روشنی میں)

(مرتبہ: محمد قاسم خواجہ) (طبع دوم مع اضافہ)

تعویذ گنڈا کے بیوپاریوں نے ملک میں جو اندھیر نگری اور لوٹ کھسوٹ مچا رکھی ہے اور اہلحدیث سمیت ان تعویذ فروش جادوگروں نے اپنے تحفظ اور دفاع کیلئے جس قسم کے دلائل کا سہارا لے رکھا ہے۔ اس کتابچہ میں انکا کامیاب رد کیا گیا ہے۔ ضرور مطالعہ فرمائیے۔

صفحات: ۴۰ قیمت: ۸ روپے

فہرست عنوانات

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَہۡلِیۡ

زیرِ نظر کتاب برادرم محمد قاسم نے کافی محنت سے لکھی ہے۔ اس میں زیادہ تر حوالہ جات قرآن و حدیث سے دیے گئے ہیں۔ قارئین کرام اگر ٹھنڈے دل سے مطالعہ کریں تو ان کے وسیلہ سے حقیقی خدوخال منکشف ہو سکتے ہیں۔

شروع میں اسلام بالکل خالص مذہب تھا۔ ہر قسم کی آلودگی سے پاک اور شرک و بدعت سے منزّہ۔ محمد بن قاسمؒ کی فتوحات سے جب برصغیر پاک و ہند میں اسلام نے قدم رکھا تو وہ اس وقت بھی اپنی اصلی شکل پر تھا۔ سب مسلمان ایک تھے۔ کتاب و سنت کے مطابق ٹھوس اور حقائق پر مبنی تعلیمات ہی ان کی زندگی کا مرکز و محور تھیں۔ وہ عقائد و اعمال کے لحاظ سے کان الناس امۃ واحدۃ کی صحیح تصویر تھے۔

رفتہ رفتہ ہنود حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے تو اپنے ساتھ بہت سی رسمیں بھی لے آئے۔ یہ تیجا ساتواں، دسواں، چالیسواں وغیرہ انہی کی پیوندکاری کا نتیجہ ہیں ہندوؤں کے ساتھ صدیوں ملے جلے رہنے کی وجہ سے عوام کالانعام کے اسلام پر ہندوانہ رسوم کی دبیز تہیں چڑھتی چلی گئیں۔ پھر مغل بادشاہ اکبر نے بھی دینِ الٰہی کے نام سے مخلوط مذہب جاری کر کے اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ خدا غریقِ رحمت کرے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو جنھوں نے اس کی اس کوشش کو بہت حد تک ناکام بنایا۔

تاہم اس مسلسل میل ملاپ اور اس قسم کی احمقانہ رواداری سے مسلمان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان میں کافرانہ رسمیں اور توہم پرستیاں اس طرح گھل مل گئیں کہ وہ عین اسلام ہو گئیں۔ ہندو سادھوؤں اور مسلمان پیروں میں بہت ہی تھوڑا فرق نظر آنے لگا۔ میری ناقص سمجھ کے مطابق مروجہ وسیلہ یا پیر پرستی بھی مسلمانوں کی اسی ضعیف الاعتقادی اور وہم پرستی کا نتیجہ ہے۔

ترکی میں خلافت عثمانیہ کی تباہی کا سبب بھی یہی مصنوعی وسیلوں کے ٹھیکیدار ہی بنے تھے۔ آخری خلیفہ کے دور میں جبہ پوش پیروں کی بہتات ہو گئی تھی۔ یہ لوگ وجد میں آکر اپنی مضحکہ خیز حرکات سے یورپی اقوام کے لیے ہنسی کا سامان فراہم کیا کرتے تھے۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے برسرِ اقتدار آکر قوم کا خون چوسنے والے ان دو لاکھ پیروں کو گرفتار کر کے فوجی تربیت کے لیے چھاؤنیوں میں بھیج دیا۔ ان کی جائداد اور زمینیں ضبط کر کے ان بیواؤں اور یتیموں میں تقسیم کر دیں جن کے سرپرست جنگِ عظیم دوم میں مارے گئے تھے اور کہا یہ لوگ پیروں کے بھیس میں دشمن کے جاسوس تھے اس لیے ان کا خاتمہ ضروری تھا۔ انگریز نے برِصغیر پر قبضہ کیا تو اس نے جہاں زمینداروں کو جاگیریں بخشیں اور ان کا ضمیر خریدا وہاں اس نے اپنی سلطنت کو محفوظ و مستحکم بنانے کے لیے با اثر پیروں کی خدمات بھی حاصل کیں ان کی گدیوں کے نام وسیع و عریض زمینیں وقف کیں اور ان سے نہایت ذلیل کام لیا۔ جاسوسی، فوجی بھرتی اور عمائدین اسلام کے خلاف کفر کے فتوے ان کا حقِ نمک تھا۔

یہی لوگ تھے جو سید احمد شہیدؒ بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی رحمہما اللہ کے لیے دردِ سر بنے تھے اور اب یہی لوگ تھے جنھوں نے ابتدا ہی انگریز کے اشارے پر انگریز کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کو کافر کہا اور

"تاکہ لوگ ان کی تحریک میں شامل نہ ہوں ان کی تحریک کو وہابیت کے نام سے مطعون کیا۔

پاکستان بننے کے بعد بھی اس مفاد پرست اور ابن الوقت ٹولے نے زیادہ تر حکام ہی کے زیر سایہ رہنے میں عافیت محسوس کی۔ ان گدی نشینوں نے اپنی وفاداری کا دم بھرتے ہوئے حکامِ وقت کو طرح طرح سے راضی کیا اور صلہ میں ان سے روٹ پرمٹ، الاٹمنٹ، ٹھیکے اور لائسنس حاصل کیے اور خوب گلچھرّے اڑائے ایوب خاں مرحوم کے صدارتی الیکشن کے دوران میں ان کے ایک پیر صاحب نے اعلان کیا تھا کہ مجھے حضرت داتا صاحبؒ نے ایوب خاں کے صدر منتخب ہو جانے کی خوشخبری سنائی ہے۔ لیکن افسوس کہ پیر موصوف ایوب خاں کی صدارت کا تحفظ نہ فرما سکے۔

نام نہاد مولویوں اور پیروں کی یہ کوشش رہی ہے کہ بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے براہِ راست نہ جڑنے پائے۔ یہ بیچ میں ہمیشہ اپنا پُچ تلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے ہاں وسیلے کا مطلب خدا تک پہنچنے کا وسیلہ نہیں بلکہ اپنی روزی کا وسیلہ ہوتا ہے۔ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ۔

بے شک بہت سے علماء اور صوفی لوگوں کا ناجائز مال کھاتے ہیں

کفر و جہالت کی گھٹاؤں اور بدعات و خرافات کی تاریکیوں کو دُور کرنے کیلئے جب حضرت شاہ ولی اللہؒ نے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ کیا تو علمائے سُوء نے ان کے خلاف فتویٰ ہائے کفر کا طوفان کھڑا کر دیا کہ اس سے انھیں اپنے بھیانک چہرے پر سے تقدس کا نقاب سرکتا ہوا محسوس ہوا اور روزی خطرے میں پڑتی نظر آئی۔ خدائی کا ٹھیکیدار کوئی بھی نہیں نہ مُردہ نہ زندہ یہ سب فراڈ پر مبنی

ایجنسیاں ہیں۔حقیقی وسیلہ کا مفہوم اس سے بالکل الگ ہے مروجہ وسیلے وسیلے نہیں بلکہ صراط مستقیم پر کھڑی کی گئی رکاوٹیں ہیں جن کا ہٹایا جانا ضروری ہے یہ بے شک شیطانی کھیل ہے اور شرک کا کاروبار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے یہ خدا کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اُٹھا دو!

شہد شاہدٌ مِنْ اہلہا مولانا شاہ احمد نورانی صاحب (بریلوی) نے دو ٹوک لفظوں میں کہا کہ مزاروں کو چومنا اور سجدہ کرنا اگر تعظیم کے نقطہ نظر سے ہو تو حرام ہے۔ اور اگر یہ عبادت سمجھ کر کیا جاتا ہے تو یہ سراسر کفر ہے شرک ہے۔

مولانا نے فرمایا شریعت میں اگر گنجائش ہے تو صرف اتنی کہ مزار پر جا کر فاتحہ خوانی کی جائے اور بس۔

(ٹی وی کے پروگرام کٹہرا میں، بحوالہ روزنامہ نوائے وقت ۲۵/۵/۹۳)

بحیثیت ایک موحد کے دیانت داری سے میرا یہ خیال ہے کہ ہماری ۱۹۷۱ء کی شکست میں ریڈیو پاکستان سے نشر ہونے والے شرکیہ نعروں کا بھی بڑا دخل تھا۔ اور ۱۹۶۵ء کی فتح میں توحید غالب رہی تھی۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس کتاب سے صحیح استفادہ کی توفیق دے۔ آمین۔

محمد یوسف خواجہ ۳۱ جنوری ۱۹۷۷ء

گذارش

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی۔
اَمَّا بَعۡدُ!

قرآن وحدیث سے توحید وسنت کا درس ملتا ہے شرک وبدعت کے لیے ان سے استدلال واستخراج ایسے ہی ہے جیسے تریاق میں زہر، دُودھ میں گوبر، شہد میں ایلوا، بہشت میں آتش دوزخ، نصف النہار میں ظلمت شب اور ایمان میں کفر کو تلاش کیا جائے۔

شرک ظلم اور جرم ہے لیکن اس وقت یہ نہایت ہی گھناؤنی صورت اختیار کر جاتا ہے جب اسے کتاب وسنت سے مدلل کرنے کی سعی نامشکور کی جانے لگے، شرک وبدعت کے جتنے مسئلے بھی ہیں مسلمانوں میں انھیں پھیلنے کا موقع اسی لیے ملا ہے کہ ان کی تائید کے لیے کتاب وسنت سے دلیلیں لائی گئی ہیں۔ شرک وبدعت کے نمائندے جب عجیب وغریب اور بے سروپا نکتے بیان کرتے ہیں تو جہلا سمجھتے ہیں حضرت علامہ نے موتی رولا ہے۔ دلیل ارشاد فرمائی ہے تحسین وآفرین کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں۔ نعرہ رسالت، نعرہ حیدری اور نعرہ غوثیہ سے فضا گونجنے لگتی ہے۔ حالانکہ یا تو وہ دلیل قرآن وحدیث سے باہر ہوتی ہے تب تو اس کا بے وزن بے وقعت اور بوگس ہونا ظاہر ہوتا ہے یا ضعیف وموضوع روایات لایعنی حکایات اور بے تکے اقوال پر مبنی ہوتی ہے جن کی شرع میں کوئی حیثیت نہیں اور اگر سچ مچ قرآن وحدیث کی بات ہو تو وہ سراسر تحریف معنوی ہوتی ہے

یا خلط مبحث کہہ لیجیے جو علمی اور شرعی خیانت ہے۔

اصولاً دلیل پہلے ہونی چاہیے اور مسئلہ بعد میں ہونا چاہیے۔ ان کے ہاں مسئلہ پہلے ڈھلتا ہے اور دلیل بعد میں گھڑی جاتی ہے۔ اور پھر اس کے لیے جس قسم کی ہیرا پھیریاں اور چکر بازیاں کی جاتی ہیں اس سے خدا کی پناہ۔ مقلد ہو کر مجتہدوں کو مات کر دیا ہے۔

اہل کتاب تحریف لفظی کے مرتکب تھے اور ہمارے یہ بھائی تحریف معنوی میں بُری طرح ماہر بلکہ اس سبجیکٹ میں پی۔ ایچ۔ ڈی ان کے علم کا کمال بلکہ ان کی روزی کا سامان بھی اسی سے وابستہ ہے وسیلے کا مسئلہ بھی کچھ اسی قسم کا ہے۔ اس کے متعلق عوام کو جس فریب اور مغالطہ میں رکھا گیا ہے اور اپنی طلاقت لسانی کے ذریعہ پبلک کی نگاہوں میں جو دھول جھونکی گئی ہے مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کی قلعی کھول دی جائے۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
کس درجہ ہوئے فقیہانِ حرم بے توفیق

وسیلے کا مروّجہ مفہوم

وسیلے کا جو صحیح مفہوم اور معنی ہے انشاء اللہ عنقریب بیان ہو گا۔ یار لوگوں نے جو اس کا مطلب لے رکھا ہے وہ یہ ہے کہ اہلِ قبور کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے اور ان کی وساطت سے دعائیں مانگی جائیں۔ اسی وجہ سے یہ لوگ خانقاہوں اور مزاروں میں حاضری دیتے ہیں۔ قبروں کے تعویذوں، قبوں اور گنبدوں کا احترام بجا لاتے ہیں۔ وہاں جمعراتیں بسر کرتے ہیں۔ مجاوری کرتے ہیں چلّے کاٹتے ہیں انہیں بوسہ دیتے ہیں اپنی آنکھوں کو ان سے "ٹھنڈک" پہنچاتے ہیں ان سے چمٹتے ہیں۔ ان کے گرد طواف کرتے ہیں پاس بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ اکثر اوقات انہیں رکوع و سجود سے بھی نوازتے ہیں۔ بڑی رقّت اور خشوع و خضوع سے دعائیں مانگتے ہیں۔ نذریں نیازیں منتیں اور مرادیں مانتے ہیں۔ چڑھاوے چڑھاتے ہیں کبھی پلاؤ اور متنجن کی دیگیں کبھی شیرینی کے تھال کبھی سالم بکرے اور کبھی ہٹے کٹے مسٹنڈوں یا اوقاف کی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لیے زرِ نقد اور عرس کے ایام میں سماع کی محفلیں اور میلے منعقد کرتے ہیں۔ روضے اُن کے سروں پہ یوں سوار ہیں کہ ان میں سے بعض سادہ دل خانہ کعبہ کو بھی اللہ تعالیٰ کا روضہ (یعنی قبر) سمجھ لیتے ہیں (استغفر اللہ) اور اگر قبروں تک رسائی نہ ہو سکے تو اہلِ قبور کو حاضر سمجھ کر غائبانہ ہی پکار لیتے ہیں۔ یعنی کبھی خود اُن کے پاس چلے جاتے ہیں۔ اور کبھی اُنہیں اپنے پاس بُلا لیتے ہیں۔

اور دلیل پکڑتے ہیں اس آیت سے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (المائدة)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو

اس میں چونکہ وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے لہٰذا انہیں فوت شدہ بزرگوں سے بہتر کوئی وسیلہ نظر نہیں آیا۔

کمپنی کی مشہوری

کلام پاک شرک کی تعلیم دے۔ ایں خیال است و محال است و جنوں یہ تو کفر کو مشرف بہ اسلام کرنا ہے یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے اسلامی شراب اسلامی جوا، اسلامی الحاد قرآنی شرک یا شیطانی توحید (نعوذ باللہ) یہ سارا سوانگ قرآن کے حکم کی تعمیل میں نہیں بلکہ اس لیے رچایا گیا کہ شرک کو فروغ ہو بدعت کی دکان چمکے اور مردوں کی ہڈیاں بک سکیں۔

قرآنی آیات کا غلط استعمال تو فقط کمپنی کی مشہوری کے لیے ہے اور مسلمانوں کو پھانسنے کے لیے پھندا ہے۔

عطا کر دے انہیں یا رب بصارت بھی بصیرت بھی
مسلماں جا کے لٹتے ہیں سواد خانقاہی میں

وسیلہ کا لغوی و شرعی مفہوم

المنجد قاموس اور مفردات راغب میں وسیلہ کے معنی قربت یا ایسا عمل جس سے کسی کی قربت حاصل ہو کیے گئے ہیں۔ بادشاہ کے ہاں نشستِ خاص بھی اس کا ترجمہ ہے۔

وسیلہ کا شرعی معنی

شریعت میں وسیلہ سے مراد وہ نیک عمل ہے جس کے ذریعہ انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ امام رازیؒ۔ طبریؒ۔ ابن کثیرؒ اور دیگر سلف و خلف سے یہی ثابت ہے اب اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

توحید و ایمان وسیلہ ہے

سب سے بڑا عمل یا سب سے عمدہ و اعلیٰ وسیلہ توحید اور ایمان ہے۔

ارشادِ نبوی ہے۔

مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (عن عثمانؓ مسلم) جس کی موت توحید پر ہو جنت میں جائے گا۔

نیز فرمایا۔

مَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ (عن عبادہ بن صامتؓ مسلم) توحید و رسالت کی شہادت دینے والے پر جہنم کی آگ خدا نے حرام کر دی ہے۔

عبادت وسیلہ ہے

قرآن پاک میں ہے۔

وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الحج ۷۷)

اور عبادت کرو اپنے رب کی اور نیکی کرو تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔

اتباعِ نبویؐ وسیلہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (آلِ عمران ۳۱)

کہہ دیجیے! اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد پر مشتمل ہر فعل مسنون اور عمل صالح اس میں شامل ہے۔

حضورؐ سے محبت وسیلہ ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ۔

(عن انس۔ بخاری۔ مسلم)

تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ میں تمہیں اولاد، باپ اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

مومنوں سے محبت وسیلہ ہے

حدیث قدسی ہے:

وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ۔ (معاذ بن جبل مالک)

واجب ہو گئی میری محبت اُن لوگوں کے لیے جو میری رضا کے لیے باہم محبت کرتے ہیں مجلس کرتے

ہیں ملاقات کرتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں۔

ارشاد ہے:

دُعا وسیلہ ہے

وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔

(البقرۃ : ۱۸۶)

اور جب میرے بندے تجھ سے میری بابت پوچھیں تو میں نزدیک ہوں پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اُس کی دُعا قبول کرتا ہوں۔

فرمایا:۔

حضورؐ کی دُعا وسیلہ تھی

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء) ۶۴

اور اگر جس وقت وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے آپ کے پاس آتے اللہ تعالےٰ سے بخشش مانگتے اور رسولؐ بھی اُن کے لیے بخشش طلب کرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا۔ اور رحم کرنے والا پاتے۔

جو دُعائیں آپ اپنی اُمت کے لیے کر گئے وہ قیامت تک ہمارے لیے وسیلہ ہیں۔

فرمایا

ایک دوسرے کیلئے دُعا وسیلہ ہے

اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً

کسی کے لیے غیر حاضری میں

دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ ۔

دعا کرنا نہایت سریع الاثر ہوتا ہے ۔

(عن عبد اللہ بن عمرو۔ ترمذی)

شفاعت نبوی وسیلہ ہے

فرمایا

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا ۔

(عن ابی ہریرۃ مسلم)

ہر نبی کو ایک مقبول دُعا کا حق ملا سب نے اپنی اپنی دُعا مانگ لی اور میں نے اپنی دُعا قیامت کے روز شفاعت کے لیے چھپا رکھی ہے اس کا فائدہ انشاء اللہ میرے ہر اُس اُمتی کو ملے گا جس کی موت شرک پر نہ ہو گی ۔

نیز فرمایا

أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ ۔

(عن ابی ہریرۃ بخاری)

روز قیامت میری شفاعت کا صحیح حق دار وہ شخص ہو گا جس نے خلوص دل سے کلمہ پڑھا ہو گا ۔

درود وسیلہ ہے

فرمایا

أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً ۔

(عن ابن مسعود ترمذی)

مجھ پر بکثرت درود بھیجنے والا روزِ قیامت میرے قریب ترین ہو گا ۔

بلحاظ تبلیغ آپ کا وجود بھی وسیلہ ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس بھی ان معنوں میں وسیلہ ہے

کہ آپ کی معرفت ہمیں اللہ تعالیٰ کا پیغام ملا اور اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی۔

فرمایا:۔

يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدة) — اے رسول پہنچا دے جو اتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی طرف سے۔

جبریل بھی وسیلہ اس لحاظ سے جبریل امین بھی وسیلہ ہیں۔ کیونکہ

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (بقرة ۹۷) — اس نے اسے بحکم خدا تیرے دل پر اتارا۔

تمام مبلغین بلکہ صحابہ کرامؓ سے لے کر اب تک جن بزرگانِ دین کی وساطت سے ہمیں دین پہنچا ہے سب وسیلہ ہیں۔ فرمایا

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً (عن عبد اللہ بن عمرو۔ بخاری) — میری طرف سے پہنچا دو خواہ ایک آیت ہی ہو۔

فرمایا:۔

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا (عن ابن مسعود۔ ترمذی) — اللہ تعالیٰ خوش رکھے اس بندے کو جس نے میری بات سنی اسے یاد رکھا اور آگے پہنچا دیا۔

فرمایا:۔

تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّيْ مَقْبُوْضٌ (عن ابی ہریرۃ ترمذی) — فرائض اور قرآن سیکھو اور سکھلاؤ کیونکہ میں سدا نہیں رہوں گا۔

فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا (عن ابی ہریرۃ ترمذی) — اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں اس امت کے لیے کسی کو دین کی تجدید کے لیے بھیجے گا۔

دُعا کے لیے وسیلے

اب وضاحت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ہماری دُعائیں کیسے مستجاب ہوں یعنی کس طرح ہو کہ ہماری دُعاؤں کو قبولیت کا شرف عطا ہو جائے۔ کیونکہ دوستوں کو آجا کے وسیلے کی ساری اہمیت یہیں پر محسوس ہوتی ہے تو گزارش ہے کہ دُعا کی قبولیت کے لیے اصل شرائط و آداب (یا وسیلے کہہ لیجیے) وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ نے بیان فرمائے ہیں۔

عزم مثلاً فرمایا

اِذَا دَعَا اَحَدُکُمْ فَلَا یَقُلْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ وَلٰکِنْ لِیَعْزِمْ (عن ابی ہریرۃ مسلم)

دُعا کرو تو یہ نہ کہو یا اللہ تو چاہے تو معاف کر دے بلکہ عزم کے ساتھ مانگو۔

یقین اور توجہ فرمایا

اُدْعُوا اللّٰہَ وَ اَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَۃِ وَ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاہٍ۔ (عن ابی ہریرۃ۔ ترمذی)

قبولیت پر یقین رکھ کر دُعا مانگو اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ غافل بے دھیان دل والے کی دُعا قبول نہیں کرتا۔

تحمّل فرمایا

یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ

آدمی جلد بازی سے کام نہ لے تو

يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ (عن ابی ہریرۃ مسلم)

اُس کی دُعا قبول کر لی جاتی ہے بشرطیکہ وہ گناہ یا قطع رحمی پر مبنی نہ ہو۔

پانچ دُعائیں

فرمایا خَمْسُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰى يَنْتَصِرَ وَ دَعْوَةُ الْحَاجِّ حَتّٰى يَصْدُرَ وَ دَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰى يَقْعُدَ وَ دَعْوَةُ الْمَرِيْضِ حَتّٰى يَبْرَأَ وَ دَعْوَةُ الْاَخِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ ثُمَّ قَالَ وَ اَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعَوَاتِ اِجَابَةً دَعْوَةُ الْاَخِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ (عن ابن عباس ـ بیہقی)

پانچ دُعائیں مستجاب ہیں۔ دُعا مظلوم کی بدلہ لینے تک حاجی کی لوٹ آنے تک مجاہد کی (فارغ ہو کر) بیٹھ جانے تک مریض کی شفایاب ہونے تک اور غائبانہ۔ پھر فرمایا ان سب میں زود اثر کسی بھائی کی غائبانہ دُعا ہے۔

ایک روایت میں ہے غائبانہ دُعا کرنے والے کے سرہانے فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جو کہتا ہے آمین وَلَكَ بِمِثْلٍ دُعا قبول ہو اور خود تیرے لیے بھی ایسے ہی ہو (عن ابی درداء مسلم)

چار دُعائیں

ترمذی شریف میں ان کے علاوہ روزہ دار امام عادل والد اور مسافر کی دُعاؤں کی قبولیت کا بھی ذکر ہے۔

اَکلِ حلال

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھی۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرۃ) ثُمَّ ذَكَرَ

اے ایمان والو! حلال روزی کھاؤ پھر فرمایا ایک شخص کا سفر لمبا ہے۔ بال پراگندہ ہیں دھول

اَلرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَآءِ يَارَبِّ يَارَبِّ وَ مَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَ مَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ (عن ابی ھریرۃ ـ مسلم)

ہیں اٹا ہوا ہے ۔ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر مجسم فریاد ہے خدایا، خدایا! درآنحالیکہ اُس کا کھانا حرام پینا حرام پہننا حرام اور تربیت حرام تو ایسے شخص کی دُعا کیونکر قبول ہو۔

یعنی ایک آدمی کی حالت کتنی بھی قابلِ رحم کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر اُس کے وجود میں اُس کے اعضاء میں اُس کی رَگ رَگ میں اُس کے دل اُس کی زبان اور اُس کے ہاتھوں میں جنہیں وہ دُعا کے لیے استعمال میں لاتا ہے۔ حرام خون گردش کر رہا ہو ۔ تو قبولیت کا امکان معدوم ہو جاتا ہے۔

صبر

فرمایا

بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (آلِ عمران ۱۲۵)

گو یہ لوگ اپنے اس جوش سے آئیں لیکن اگر تم صبر و پرہیزگاری کرو گے تو تمہارا رب تمہاری امداد پانچ ہزار نشان دار فرشتوں سے کرے گا۔

نماز

ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہؓ کو جب اغوا کیا گیا تو آپؑ اُس وقت تک نماز میں مشغول رہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں عزت و آبرو کے ساتھ بحفاظت واپس نہیں لے آیا (بخاری ص۴۷۴) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پریشانی کے وقت نماز میں محو ہو جایا کرتے تھے (ابو داؤد) ہمیں بھی حکم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد چاہو بے شک

مَعَ الصّٰابِرِیْنَ (البقرۃ ۱۵۳) اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اوقاتِ قبولیت

رات کا پچھلا حصّہ فرض نمازوں کے بعد (عن ابی امامۃ ترمذی) اذان اور اقامت کے درمیان (عن انس ترمذی) جمعہ کے دن ایک گھڑی (عن ابی ھریرۃ بخاری مسلم) دوران سجدہ (عن ابی ھریرۃ مسلم) لیلۃ القدر وغیرہ قبولیت کے اوقات ہیں۔

حمد و صلوٰۃ

نماز کے بعد ایک آدمی دُعا مانگنے لگا۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ۔ یا اللہ مجھے بخش اور مجھ پر رحم فرما۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَجِلْتَ اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ اِذَا صَلَّیْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللہَ بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَصَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ ادْعُہٗ۔ اے نمازی تو نے جلدی کی نماز پڑھ کر بیٹھو تو (پہلے) اللہ تعالیٰ کی کماحقہ، حمد بیان کرو اور مجھ پر درود بھیجو پھر دعا کرو۔

ایک شخص نے اسی طرح کیا تو حضور نے فرمایا۔

اُدْعُ تُجَبْ دعا کرو قبول ہو گی۔

(عن فضالۃ بن عبید ترمذی)

عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس ترتیب سے دُعا مانگی تو آپؐ نے فرمایا۔

سَلْ تُعْطَہٗ سَلْ تُعْطَہٗ مانگو ملے گا مانگو ملے گا۔

(ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَآءِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود

وَالْاَرْضِ لَا یَصْعَدُ مِنْہُ شَیْءٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّكَ ۔ (ترمذی)

بھیجے بغیر دُعا زمین و آسمان کے درمیان اٹکی رہتی ہے بالکل اُوپر نہیں چڑھتی ۔

نماز کے آخری قعدہ میں بھی یہی طریقہ مسنون ہے پہلے التحیات پھر درود پھر دُعائیں (مسلم)

نماز جنازہ میں بھی یہی ترتیب ملحوظ ہے پہلے ثنا، واسطے اللہ تعالیٰ کے پھر درود واسطے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور پھر دُعائیں واسطے حاضر میت کے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام محمود میں کھڑے ہوکر نوع انسانی کی شفاعت فرمائیں گے ۔ تو اُس وقت بھی پہلے حمد و ثنا بیان فرمائیں گے (بخاری مسلم)

دُعا کی اہمیت

ان آداب کو ملحوظ رکھ کر دُعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتے ہیں ۔ فرمایا

اِنَّ رَبَّكُمْ حَیِیٌّ كَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ اِلَیْہِ اَنْ یَرُدَّھُمَا صِفْرًا ۔ (عن سلمان ترمذی)

تمہارا رب بہت شرمیلا اور سخی واقع ہوا ہے ۔ بندہ دُعا کے لیے اُس کے آگے ہاتھ اُٹھائے تو ان ہاتھوں کو خالی لوٹاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے سے حیا آتی ہے ۔

فرمایا

لَیْسَ شَیْءٌ اَكْرَمَ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الدُّعَاءِ ۔ (عن ابی ھریرۃ ترمذی)

دُعا اللہ تعالیٰ کو ہر شے سے زیادہ عزیز ہے ۔

فرمایا

لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ۔ (عن سلمان فارسی ترمذی)

تقدیر کو صرف دُعا ٹال سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی ہے۔

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرة ۱۸۶)

پکارنے والا جب مجھے پکارے تو میں اس کی پکار قبول کرتا ہوں۔

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المومن ٦)

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھے پکارو میں قبول کروں گا۔

قبولیت کی تین صورتیں

بسا اوقات ہماری دُعا کی حسبِ منشا شنوائی نہیں ہوتی تو یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اُسے رَدّ کر دیا گیا ہے بلکہ قبولیت کی مختلف شکلیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَیْسَ فِیْهَا اِثْمٌ وَّلَا قَطِیْعَةُ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا اِحْدٰی ثَلَاثٍ اِمَّا اَنْ یُّعَجِّلَ لَهٗ دَعْوَتَهٗ وَاِمَّا اَنْ یَّدَّخِرَهَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ وَاِمَّا اَنْ یَّصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ مِثْلَهَا قَالُوْٓا اِذًا نُّکْثِرُ قَالَ اللّٰهُ اَکْثَرُ (عن ابی بن کعب احمد)

جو مسلمان بھی دُعا کرے بشرطیکہ اس میں گناہ اور قطع رحمی کی بات نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے باعث اُسے تین میں سے ایک چیز عطا کرتا ہے یا تو جلدی قبول کر لیتا ہے یا اُسے اُس کے لیے ذخیرہ آخرت بنا دیتا ہے۔ یا اتنی مصیبت ٹال دیتا ہے۔ لوگوں نے کہا پھر تو ہم بہت دُعا کریں گے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بھی بہت ہے۔

اپنے لیے خود دُعا کرنا

انسان اپنے لیے خود بھی دُعا کرتا ہے۔ اصل بات بھی یہی ہے ارشاد نبویؐ ہے۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ ۔ دُعا عبادت کا مغز ہے۔

(عن انس۔ ترمذی)

اور عبادت خود ہی کرنا چاہیے۔ اور قرآن پاک میں ہے:۔

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ۔ (المومن ۶۰)

مجھ سے مانگو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے گریز کرتے ہیں ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اگر دُعا کے معاملے میں غیروں پر انحصار کیا جائے تو پھر عبادت انہوں نے کی ہم نے تو نہ کی اپنے آپ دُعا کرنے سے جو تعلق اور ربط اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ اوروں سے کہہ کر تو ممکن نہیں جو احساس اور درد خود حاجت مند میں اُبھرتا ہے اور جو ٹیس اُس کے اپنے دل میں اُٹھتی ہے۔ دوسرے تو بتکلّف بھی وہ کیفیت پیدا کرنے سے قاصر ہوتے ہیں اور یہی چیز مولیٰ کی بارگاہ میں مطلوب اور دُعا میں مؤثر ہے۔

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو دُعائیں سکھلا دیتے تاکہ وہ خود کیا کریں۔ مثلاً ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ!

هُمُوْمٌ لَزِمَتْنِیْ وَ دُیُوْنٌ ۔ پریشانیاں اور قرضے میری زندگی کا

روگ بن کر رہ گئے ہیں۔

تو حضورؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ اچھا میں تیرے لیے دُعا کروں گا بلکہ فرمایا:۔

أَفَلَا أُعَلِّمُكَ كَلَامًا إِذَا قُلْتَهُ أَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّكَ وَ قَضٰى عَنْكَ دَيْنَكَ۔

کیا میں تجھے ایسا کلام نہ سکھلاؤں تو اسے پڑھے تو اللہ تعالیٰ تیرے سارے غم دُور کر دے اور قرضے چکا دے۔

جواب دیا کیوں نہیں۔ فرمایا صبح و شام پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَ الْكَسَلِ وَ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ الْبُخْلِ وَ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَ قَهْرِ الرِّجَالِ۔

یا اللہ میں تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں فکر غم، عاجزی، سستی بزدلی، بخل، قرضہ اور آدمیوں کے غلبہ سے۔

صحابی نے کہا میں نے اس پر عمل کیا تو واقعی، اللہ تعالیٰ نے میری تمام اُلجھنیں دُور فرما دیں اور قرضہ بھی ادا ہو گیا۔ (عن ابی سعید خدری ابو داؤد)

دُوسروں سے دُعا کروانا

تاہم دوسروں سے بھی دُعا کروانے کی اجازت ہے یعنی خود بھی مانگے اور بندگانِ صالح سے کہے تم بھی میرے حق میں دُعا مانگو یہ سونے پر سہاگہ اور نور علیٰ نور ہو گیا۔ صحابہ کرام آنحضرتؐ سے دُعائیں کروایا کرتے تھے۔ مثلاً

جَآءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

ایک آدمی آکر کہنے لگا حضورؐ میں سفر پر جا رہا ہوں مجھے دُعا دیجیے۔

اِنِّیْ اُرِیْدُ سَفَرًا فَزَوِّدْنِیْ فَقَالَ زَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقْوٰی قَالَ زِدْنِیْ قَالَ وَغَفَرَ ذَنْبَکَ قَالَ زِدْنِیْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ قَالَ وَیَسَّرَ لَکَ الْخَیْرَ حَیْثُ مَا کُنْتَ ۔	فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ نصیب کرے بولا مزید، فرمایا اور تیرے گناہ معاف کرے، عرض کیا میرے ماں باپ قربان کچھ اور فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے ہر جگہ خیریت سے رکھے۔

(عن انس ۔ ترمذی)

حضرت عثمان یا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں براستہ سمندر مسلمانوں نے جہاد کے لیے نکلنا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس کی بشارت دے دی گئی تو حضرت انسؓ بن مالک کی خالہ ام حرام بنت ملحانؓ نے عرض کیا۔

ادع اللہ ان یجعلنی منھم ۔ دُعا کیجیے اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے ۔ فرمایا انت منھم ۔ تو ان میں سے ہے ۔ چنانچہ انہوں نے اس موقع پر سواری سے گر کر شہادت پائی ۔ (بخاری صـ۳۹۱)

حضرت انسؓ بن مالک کی والدہ ام سلیم بنت ملحانؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرے اس بیٹے کے لیے دُعا کیجیے، تو فرمایا:۔

اللّٰھم اکثر مالہ وولدہ وبارک لہ فیما اعطیت ۔ یا اللہ اس کے مال اور اولاد میں کثرت اور برکت عطا فرما ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میرے پاس مال بھی بہت ہے اور میری نسل بھی سو سے متجاوز ہے (بخاری مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ اپنی والدہ کو تبلیغ کر کر کے تنگ آ چکے تھے آخر ایک روز عرض کیا :۔ یا رسول اللہ !

اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّھْدِیَ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ۔	اے رسولِ خدا دُعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو ہدایت دے دے

فَقَالَ اللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ۔ پس فرمایا اللہ پاک ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت نصیب فرما دے۔

تو وہ مسلمان ہوگئیں (مسلم)

جریر بن عبداللہ کہتے ہیں میں گھوڑے پر جم کر سواری نہیں کر سکتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کی شکایت کی تو دُعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْہُ وَاجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا ۔ اے اللہ اسے ثابت رکھ اور اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔

کہتے ہیں پھر اس کے بعد میں گھوڑے پر سے کبھی نہیں گرا۔ (بخاری مسلم)

خطبہ جمعہ کے دوران میں ایک اعرابی کے کہنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے دُعا مانگی جو فوراً منظور ہوئی اور اگلے جمعہ تک برستی رہی اُس روز پھر ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر اسے رکوانے کے لیے دُعا کی فرمائش کی تو آپ نے پھر دُعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا لَا عَلَیْنَا رعن المنس - بخاری مسلم) یا اللہ ہمارے اردگرد ہمارے اُوپر نہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں عمرہ کرنے چلا تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اَشْرِکْنَا یَا اُخَیَّ فِیْ دُعَائِکَ وَلَا تَنْسَنَا ۔ اے میرے چھوٹے بھائی ہمیں اپنی دُعاؤں میں شریک رکھنا اور ہمیں بھول نہ جانا۔

آپؐ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا اذا لقیت الحاج فسلم علیہ وصافحہ ومرہ ان یستغفر لک قبل ان یدخل بیتہ فانہ مغفور لہ (احمد) حج کر کے آنے والے سے ملاقات ہو تو اسے سلام کہو اس سے مصافحہ کرو اور قبل اس کے کہ وہ

اپنے گھر میں داخل ہو اس سے اپنی بخشش کی دُعا کرواؤ۔ کیونکہ اس کی اپنی بخشش ہو چکی ہوتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنیؓ کے متعلق پیشین گوئی کر کے فرمایا۔

مُرُوْہُ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ — اُس سے بخشش کی دُعا کروانا۔

(عن عمر بن خطاب۔ مسلم)

روزِ محشر میں بھی مسلمان شافع محشر محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ کر شفاعت کروائیں گے (عن انس۔ بخاری مسلم)

خلقِ خدا مومنوں کے لیے دُعا گو ہے

انسان کسی سے نہ بھی کہے تو بھی خدا کی مخلوق اہلِ ایمان کے لیے خود بخود دُعا گو رہتی ہے۔ قرآن مجید میں اس قسم کی دُعائیں موجود ہیں کہ پڑھنے والا ان میں اپنے ساتھ دوسروں کو شریک رکھتا ہے۔ شلاً

نمازوں میں

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراھیم ۴۰ و ۴۱)

یا اللہ مجھے اور میری اولاد کو نمازی بنا دے۔ یا اللہ اور میری دُعا قبول فرما لے مولیٰ مجھ کو میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو روزِ قیامت بخش دیجیو۔

نمازِ جنازہ میں

نمازِ جنازہ میں بھی انسان اپنی دعاؤں میں ہر فرزند اسلام کو بغیر فرمائش کے شامل کر لیتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا

یا اللہ ہم میں سے زندہ مردہ حاضر غائب چھوٹے بڑے مرد عورت

وَکَبِیرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَ اُنْثَانَا ۔ سب کو معاف کر دے ۔

(عن ابی ھریرۃ ۔ ترمذی)

صدقات لے کر آنے والوں کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منجانب اللہ حکم ہوا۔

فَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ ۔ (التوبہ ۱۰۴)

تو ان کے لیے دُعا کر کیونکہ تیری دُعا اُن کے لیے باعث تسکین ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ کی صفت سورہ توبہ میں یوں بیان ہوئی ہے ۔

لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ ۔ (التوبہ ۱۲۸)

تمہارے پاس تمہی میں سے رسول آئے ان پر تمہاری تکلیف بہت گراں گزرتی ہے جو تمہارے انتہائی خیر خواہ ہیں ۔ مومنوں کے لیے بڑے ہی مشفق و مہربان ۔

حضورؐ نے اپنی اُمت کے لیے اتنی دُعا مانگی ہے یا میدانِ محشر میں مانگیں گے کہ دل میں ادنیٰ ادنیٰ ادنیٰ رائی کے برابر بھی ایمان ہوا تو نجات ہو جائے گی (عن انس ۔ بخاری مسلم)

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے غم میں رو پڑے اللہ تعالےٰ نے جبرئیلؑ سے کہا ۔

اِذْھَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ نَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْءُکَ ۔ (عبداللہ بن عمر بن عاص مسلم)

جاؤ محمدؐ سے کہہ دو کہ ہم تیری اُمت کے بارے میں تجھے خوش کر دیں گے ناخوش نہیں کریں گے ۔

ملائکہ

عرش بردار فرشتوں کے متعلق سورہ مومن میں ہے ۔

وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَۃً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَقِھِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْھُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدْتَّھُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ ۝ ۔

(المومن ۷ و ۸)

وہ اہل ایمان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں کہ پروردگار تیری رحمت اور علم ہر چیز پر چھا گئے بس معاف کر دے ان لوگوں کو جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چل دیے اور اُنہیں عذاب جہنم سے بچا پروردگار انہیں جنت عدن میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا اور ان کے نیکوکار ماں باپ بیویوں اور اولاد کو بھی۔

چیونٹیاں اور مچھلیاں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل علم کی فضیلت میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ وَاَھْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَۃِ فِیْ جُحْرِھَا وَحَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ

(عن ابی امامۃ باہلی۔ ترمذی)

بے شک اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور زمین و آسمان والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں بلکہ مچھلیاں بھی بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

فرمایا

خَرَجَ نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ بِالنَّاسِ یَسْتَسْقِیْ فَاِذَا ھُوَ بِنَمْلَۃٍ رَافِعَۃٍ بَعْضَ قَوَائِمِھَا اِلَی السَّمَآءِ فَقَالَ ارْجِعُوْا فَقَدِ اسْتُجِیْبَ

ایک نبی (سلیمانؑ) لوگوں کو ساتھ لے کر بارش کی دعا مانگنے نکلے تو ایک چیونٹی پر نظر پڑی جو اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے

لَکُمْ مِنْ اَجْلِ ھٰذِہِ النَّمْلَۃِ۔ (عن ابی ھریرۃ - دارقطنی)

ہوئے تھی فرمایا لوٹ چلو تمہاری بات اس چیونٹی کے سبب سے قبول کر لی گئی۔

قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے

انسان خود دُعا کرے یا کوئی اُس کے لیے کرے یا وہ کسی کو کہہ کر کرائے قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔

فرزند نوحؑ آدمِ ثانی حضرت نوح علیہ السلام نے پچاس کم ہزار برس دین کی خدمت فرمائی طوفان آیا اور اپنے بیٹے کے لیے جان بخشی کی دُعا مانگی تو ڈانٹ پلا دی گئی۔

اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنِّیْ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجَاھِلِیْنَ۔

(ھود، ۴۰)

وہ تیرا کچھ نہیں لگتا اس کے لچھن اچھے نہیں جس چیز کا تجھے پتہ نہیں اُس کی بابت مجھ سے مت درخواست کر میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادان نہ بنو۔

اولاد ابراہیم حضرت ابراہیم علیہ السلام جو خلیل اللہ ہیں اور جن کی ساری عمر قربانیاں دیتے گزر گئی ان کا حال سُن لیجیے۔

وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاھِیْمَ رَبُّہٗ بِکَلِمَاتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظَّالِمِیْنَ

(بقرہ ۱۲۴)

اور جب ابراہیم علیہ السلام کو اُس کے رب نے آزمایا چند باتوں کے ساتھ تو آپ نے اُنہیں پورا کیا فرمایا میں تجھے لوگوں کا پیشوا

بناؤں گا عرض کیا میری اولاد کو بھی
فرمایا میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

آزر

یہ کتنا بڑا عجوبہ ہے کہ ابو الانبیاء کا حقیقی باپ آزر کافر ہو اور اُسے بجو بنا کر اور ٹانگوں سے پکڑ کر دوزخ کی گہرائیوں میں پٹخ دیا جائے اور بیٹے ابراہیم علیہ السلام سفارش کرتے اور مُنہ تکتے رہ جائیں۔ اللہ اکبر (بخاری ص۴۷۳)

عبداللہ بن ابی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھایا۔ تو ارشاد ہوا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۔
(التوبہ ۸۴۔ بخاری ص۶۷۴)

اور نہ اُن کی نماز جنازہ پڑھیے نہ اُن کی قبر پر کھڑے ہو جیئے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کا انکار کیا اور حالتِ کفر میں مر گئے۔

ابو طالب

اپنے چچا ابو طالب کے لیے استغفار کا ارادہ فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی :۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔
(التوبہ ۱۱۳ بخاری ص۶۷۵)

نبی اور مومنوں کے لیے مناسب نہیں کہ مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کریں خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں بعد اس کے کہ ان کے لیے اُن کا دوزخی ہونا ظاہر ہو گیا۔

مائی آمنہ کے متعلق حدیث ملاحظہ ہو

آمنہ

زَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّہٖ فَبَکٰی وَاَبْکٰی مَنْ حَوْلَہٗ فَقَالَ اسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَھَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ وَاسْتَاْذَنْتُہٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَھَا فَاُذِنَ لِیْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّھَا تُذَکِّرُکُمُ الْمَوْتَ ۔

حضور اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے اتنا روئے کہ دوسروں کو بھی رُلا دیا ۔ فرمایا میں نے والدہ کے لیے استغفار کی اجازت مانگی لیکن نہیں ملی ۔ زیارت قبر کی اجازت طلب کی تو دے دی گئی ہے ۔ پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو یہ تمہیں موت یاد دلاتی ہیں ۔

(عن ابی ھریرۃ مسلم)

مُسلمان بھی

صرف کافر کے لیے دُعا کی نامقبولیت نہیں بسا اوقات مسلمانوں کے لیے بھی ہوسکتی ہے ۔ فرمایا ۔

سَاَلْتُ رَبِّیْ ثَلَاثًا سَاَلْتُہٗ اَنْ لَّا یُھْلِکَ اُمَّتِیْ بِالْغَرَقِ فَاَعْطَانِیْھَا وَسَاَلْتُہٗ اَنْ لَّا یُھْلِکَ اُمَّتِیْ بِالسَّنَۃِ فَاَعْطَانِیْھَا وَسَاَلْتُہٗ اَنْ لَّا یَجْعَلَ بَاْسَھُمْ بَیْنَھُمْ فَمَنَعَنِیْھَا ۔

(عن سعد بن ابی وقاص مسلم)

میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں ایک تو یہ کہ میری اُمت کو غرق کر کے نیست و نابود نہ کر دے جو منظور ہو گئی دُوسری یہ کہ انہیں قحط میں مبتلا کر کے ختم نہ کر دے' یہ بھی منظور ہو گئی ۔ تیسری یہ کہ ان میں باہمی لڑائی نہ ہو یہ نا منظور ہو گئی ۔

یعنی اللہ تعالٰے چاہے تو پیغمبروں کی دُعا قبول نہ فرمائے اور چاہے تو چیونٹیوں کی دُعا قبول فرمالے ۔ جیسا کہ ابھی گزرا ۔

خدا پر زور نہیں

کیونکہ دُعا یا شفاعت کی حیثیت منت و سماجت کی ہوتی ہے تحکم کی نہیں کہ واجب القبول ہو ۔ شفاعت

بندے کے سامنے کی جائے وہ اُسے رد کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بڑی چیز ہے۔ وہ اتنا بلند ہے کہ اس پر کسی کا دباؤ نہیں۔

بریرہؓ بریرہؓ آزاد ہوگئی اُس نے اپنا حق خیار استعمال کرتے ہوئے خاوند چھوڑ دیا جس سے اُس کو قلق ہوا اور رونے لگا حضورؐ نے متاثر ہو کر فرمایا لَوْ رَاجَعْتِیْہِ۔ تم اس کی طرف رجوع کر لو قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تَاْمُرُنِیْ قَالَ اِنَّمَا اَشْفَعُ قَالَتْ فَلَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْہِ۔ (عن ابن عباس) (بخاری ۷۹۵) بولی کیا یہ آپؐ کا حکم ہے۔ فرمایا نہیں صرف سفارش۔ کہنے لگی مجھے اس کی حاجت نہیں۔

مخزومیہ ایک مخزومیہ عورت نے چوری کی۔ قریش نے حضرت اسامہؓ کے ذریعہ سفارش کروائی حضورؐ نے غصہ کے عالم میں فرمایا اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ (عن عائشۃ۔ بخاری) کیا تو اللہ کی حدود میں سفارش کرتا ہے۔

اہل قبور کا وسیلہ

اس تفصیل سے آپ بخوبی جان چکے ہوں گے جہاں تک اہل قبور کا تعلق ہے وہ ہمارے لیے وسیلہ ہوں اس کا کہیں ذکر ہی نہیں۔ یعنی ہماری اُن کے آگے اور اُن کی خدا کے آگے۔ ہم اُن سے دُعا کریں تاکہ وہ ہمارے لیے خدا سے دُعا کریں۔ ہم اُن کے سامنے گڑگڑائیں۔ اور اظہارِ عجز و نیاز کریں تاکہ وہ خوش ہو کر ہم پر خدا کو خوش کر دیں یا دُور بیٹھ کر اُن کو پکاریں تاکہ وہ سُن کر اللہ تعالیٰ سے ہماری حاجت روائی کرا دیں۔ یہ اور اس جیسے لوازمات بے حقیقت اور لاعلمی کا نتیجہ ہیں۔ کوئی آیت یا صحیح حدیث ان کی تائید میں نہیں۔ جو شخص اس طرز کا

نظریہ رکھتا ہے سمجھ لیجیے کہ اُس کے دین و ایمان پہ فالج گر گیا ہے وہ مسلمان ہے تو از قسم اپاہج وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔ اکثر لوگ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور ساتھ ہی مشرک بھی ہیں خیر القرون میں کبھی اہل قبور کو مدد کے لیے نہیں پکارا گیا نہ اُن سے دُعا کی گئی اور نہ اُن کا وسیلہ پکڑا گیا۔ بلکہ مروی ہے۔

زندہ کا وسیلہ

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قُحِطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا فَيُسْقَوْنَ۔ (بخاری ص۱۳۷)

حضرت انسؓ سے روایت ہے خشک سالی میں حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے ذریعہ بارش کی دُعا کرواتے فرماتے یا اللہ ہم تیرے حضور اپنے نبیؐ کو وسیلہ بناتے تھے تو تو ہم پر بارش فرما دیا کرتا تھا اور اب ہم اپنے نبیؐ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں (یعنی دُعا کرواتے ہیں) ایس بارش ہو جاتی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر جو دُعا مانگتے تھے اس حدیث کے تحت فتح الباری میں باقاعدہ وہ الفاظ منقول ہیں۔

عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے۔ وسیلہ کے موضوع پر یہ کتنی عمدہ اور صحیح دلیل ہے۔ شہر مدینہ ہے حضورؐ کا روضہ پاس موجود ہے آپؐ کے جاں نثاروں حضرت عمرؓ بن خطاب اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کو بارش کی ضرورت لاحق ہوتی ہے تو بجائے روضہ مبارک کا رُخ کرنے کے آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ سے دُعا منگواتے ہیں اگر نیت بخیر ہو ذہن صاف ہو دماغ اُجلا ہو اور فطرت سلیمہ نہ چھن چکی

ہو تو یہ واقعہ وسیلہ کے متعلق پھیلی ہوئی تمام غلط فہمیوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے کافی ہے اسی طرح ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضؓ نے یزید بن اسود جرشی سے بارش کے لیے دُعا کروائی تھی جو منظور ہوئی۔

(طبقات ابن سعد - بیروت ص۴۴۴)

براہِ راست اللہ کی بارگاہ میں دُعا

قرآن و حدیث میں بہت سی دُعائیں مروی ہیں کسی ایک دُعا میں بھی گزشتہ نبیوں اور بزرگوں کو مدد کے لیے نہیں پکارا گیا۔ نہ نام لے کر بطور وسیلہ اُن کو استعمال کیا گیا۔ نہ حضرت آدمؑ کو نہ نوحؑ کو نہ ابراہیمؑ کو نہ موسیٰؑ کو نہ عیسیٰؑ کو علیٰ نبیّنا وعلیہم السلام ایسے بھی خدا کے بندے ہو گزرے ہیں جو نبی بھی تھے اور پھر شہید بھی مثلاً شعیب زکریا اور یحییٰ علیہم السلام انہیں بھی دعاؤں میں کبھی کسی نے بلانے کی زحمت گوارا نہیں کی باور نہ ہو تو قرآن و حدیث کے اوراق کھول کر دیکھ لیجیے بھول کر بھی ایک مثال نہیں ملے گی۔ اسلامی جنگوں میں شہید ہونے والوں کی ایک کثیر تعداد ہے مثلاً جنگِ بدر میں آٹھ جنگ اُحد میں اکہتر بیرِ معونہ میں ستر، جنگِ موتہ میں بارہ جنگ یمامہ میں ہزار جنگ بویب میں سو جنگ قادسیہ میں۔ چھ ہزار علیٰ ہذا القیاس کیا صحابہ کرام رضؓ یا تابعین عظام رحؒ نے انھیں مدد کے لیے پکارا یا ان سے استغاثے کیے حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جن کی عظمت کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

نیز! حضرت عمر رضؓ شہید ہوئے حضرت عثمان رضؓ غنی شہید ہوئے۔ حضرت علی رضؓ المرتضیٰ شہید ہوئے حضرت امام حسین رضؓ شہید ہوئے کیا انہوں نے بوقتِ ضرورت کسی غیر کو پکارا اور وہ ان کی مدد کو پہنچا یا اُس دَور

ہیں انہیں کسی نے پکارا اور یہ اُس کی مدد کو پہنچے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔

(النساء)

اور جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ کے علاوہ کوئی راستہ اختیار کرے۔ ہم اسے جو کرتا ہے کرنے دیں گے اور اسے داخل جہنم کریں گے۔ اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

کیا صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر بھی کوئی مومن ہے کہ انہیں چھوڑ کر اُس کی اتباع کی جائے گی۔ میں نہیں سمجھتا مسلمانوں میں کوئی اتنا گستاخ بھی ہو سکتا ہے۔ ان کی شان میں حدیث آتی ہے۔

صحابہ کرامؓ

يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْا فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيَقُوْلُوْنَ هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْا فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْا فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ هَلْ فِيْكُمْ

ایک وقت آئے گا کچھ لوگ جہاد کریں گے پوچھیں گے تم میں کوئی صحابی ہے کہیں گے ہاں پس انہیں فتح ہو گی۔ پھر اسی طرح ایک جہاد کے وقت سوال ہو گا۔ تم میں کوئی تابعی ہے جواب ملے گا ہاں تو انہیں فتح ہو گی۔ اور پھر ایک جہاد کے زمانہ میں سوال ہو گا۔ تم میں کوئی تبع تابعی ہے؟ جواب ملے گا ہاں۔ تو انہیں فتح ہو جائے گی۔

مِنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ
نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَھُمْ ۔

(عن ابی سعید خدری متفق علیہ)

نکتہ: منقبت کے ساتھ ساتھ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا کے لیے وسیلہ کسی کو صرف زندگی میں ہی بنایا جا سکتا ہے۔ قبریں وسیلہ نہیں ہوا کرتیں۔

ھُوَ الحَقُّ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ تو ہر ایسی شئے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے رہتے تھے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان حجاب بن سکتی ہو۔ یا اس چیز کا وہم بھی پڑ سکتا ہو۔

قبریں

عَنْ اَبِیْ ھَیَّاجِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اَبْعَثُکَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَہٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَہٗ (مسلم)

ابو ہیاج اسدی کہتے ہیں مجھے حضرت علی رضؓ نے فرمایا کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس کام پر مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا یعنی کہ ہر بت کو مٹا دو اور ہر اونچی قبر کو ہموار کر دو۔

انبیاء کی قبریں

اسلام میں اگر کوئی قبروں کی اہمیت ہوتی یا انہیں وسیلہ پکڑنا یا ان کی مجاوری کرنا یا انہیں عطر اور گلاب سے دھونا یا ان پر غلاف اور پھولوں کی چادر چڑھانا یا ان پر نقرئی دروازے لگانا یا ان پر کروڑوں روپے کا زرِ کثیر صرف کرنا اور ڈاڑھی منڈے یا بدنام زمانہ وزیروں کو بلا کر ان سے ان رسموں کا افتتاح کرانا مستحسن کام ہوتا تو ایک لاکھ چوبیس

ہزار نو سو ننانویں انبیائے کرام علیہم السلام کی قبریں محفوظ رکھی جاتیں۔ صرف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک یقینی طور پر محفوظ و معلوم ہے۔ وہ بھی کسی آیت یا حدیث کی بنا پر نہیں۔ بعد میں اُمت نے ایسا کیا ہے شاید ختم نبوت کی علامت کے طور پر یا کسی اور مصلحت و سبب کی وجہ سے قدرت کو ایسا ہی منظور ہے۔ اس کے متعلق بھی آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ مَاکُنْتُمْ۔

میری قبر پر عید (میلہ) نہ لگانا مجھ پر درود بھیجو تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا

(عن ابی ھریرۃ - نسائی)

عُرس اور عید میلاد النبی منانے والے دوست اس حدیث پر غور فرمائیں قبر نشانی موت کی ہے یہ بے شک مرنے والے الشان کی ہوتی ہے۔ خُدا یا خدائی اختیارات رکھنے والے کی نہیں۔

گنبد خضریٰ کے متعلق سید قاسم محمود اسلامی انسائیکلو پیڈیا میں لکھتے ہیں "۹۸۰ھ میں سلطان سلیم ثانی نے حجرہ انور کے گنبد کو خوبصورت بنوایا۔ ۱۲۳۳ھ میں سلطان محمود نے گنبد کو از سرِ نو تعمیر کروایا۔ ۱۲۵۵ھ میں اس نے گنبد پر سبز رنگ کروایا۔ جس کی وجہ سے اب یہ گنبد خضریٰ کہلاتا ہے (ص ۱۳۵۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے اوپر اتنا عظیم الشان گنبد نہ بھی بنایا گیا ہوتا (جیسا کہ کئی سو سال تک نہیں بنا تھا) تو بھی آپ کی رفعت شان میں ذرہ برابر کمی نہ ہوتی تھی۔ گذشتہ انبیائے کرامؑ کی قبریں اگر نا معلوم ہیں یا اگر حضرت علیؓ کی قبر کا پتہ نہیں ہے تو کیا اس سے ان کا مقام کچھ کم ہو گیا ہے۔ یہ صحابہ کرامؓ یہ ائمہ عظام یہ محدثین یہ فقہاء یہ ابن تیمیہ یہ ابن قیم یہ ابن حزم یہ ابن خلدون یہ ابن حجر یہ رازی یہ غزالی یہ

ابن کثیر یہ شاہ ولی اللہ وغیرہم رحمہ اللہ علیہم اجمعین ۔ کیا ان کا مقام اس لیے بلند ہے کہ ان کے روضے بڑے اُونچے اور رفیع الشان بنے ہوتے ہیں ۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ اپنے اکابر کی نامکمل شخصیت کو پورا کرنے کے لیے اور ان کی ہڈیوں کا مول کھرا کرنے کے لیے ان کی قبروں پر سر بفلک عمارتیں تعمیر کر دیتے ہیں ۔ مگر بات یہ ہے شخصیت کی کمی اینٹ اور روڑے سے پوری نہیں کی جا سکتی ۔

اگر گنبدوں سے شخصیتوں کو ناپنا ہے تو پھر جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا تبار کا تعلق ہے تو خدا کی قسم میرا ایمان ہے یہ سبز گنبد تو کیا اس چرخ نیلی فام بلکہ عرش معلّٰی کو بھی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد قرار دے دیا جائے تو آپ کی جلالت و عظمت کو ناپنے کے لیے ناکافی ہے ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ مگر بات یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبروں والا نہیں خدا والا دین دیا ہے ۔ ہمارے مذہب میں للٰہیت ہے قبر ازم نہیں ۔ اس میں غیروں کی گنج بخشی مشکل کشائی اور بہشتی دروازوں کی گنجائش نہیں ۔

دانیال نبیؑ

فتح تستر کے بعد ہرمز کے خزانہ سے حضرت عمر رضؓ کے عہد میں کہتے ہیں کہ دانیال نبیؑ کی نعش برآمد ہوئی تو آپؓ نے تیرہ قبریں کھدوا کر رات کی تاریکی میں اُسے کسی ایک میں دفن کرا دیا پھر کسی کو پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں ہے (بیہقی)

سفر زیارت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی

سوائے تین مسجدوں یعنی مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے کہیں سفر زیارت نہ کیا جائے ۔

وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا۔

(عن ابی سعید خدری بخاری مسلم)

ذات انواط حنین کو جاتے ہوئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گزر ایک درخت سے ہوا جس کے ساتھ مشرکین تلواریں لٹکاتے تھے اس کا نام ذات انواط تھا۔

فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِجْعَلْ لَّنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ کَمَا لَھُمْ ذَاتُ انواطٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰہ ھٰذَا کَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰی اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَرْکَبُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ۔

(ترمذی)

پس صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ان کی طرح ہمارے لیے بھی ذات انواط مقرر فرما دیجیے تو حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے قوم موسیٰ نے کہا تھا جس طرح ان کے معبود ہیں۔ ہمیں بھی معبود بنا دیجیے۔ بخدا تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طور طریقے اختیار کرو گے۔

حجر اسود حضرت عمرؓ نے حجر اسود سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ (صحیحین)

خدا کی قسم میں جانتا ہوں تو فقط ایک پتھر ہے جو نفع اور نقصان کا مالک نہیں اور اگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔

تحت الشجرۃ

قرآنِ مجید میں ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔ (الفتح ۱۸)

اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔

عبدالرحمٰن حج کو گئے کچھ لوگوں کو راستے میں ایک جگہ نماز پڑھتے دیکھا تو پوچھا یہ کیسی مسجد ہے۔ جواب ملا اس درخت تلے بیعت الرضوان ہوئی تھی۔

انہوں نے اس کا ذکر سعید بن مسیّب سے کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے والد بھی ان بیعت کنندگان میں شامل تھے ان کا کہنا ہے۔

فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ نَسِیْنَاھَا فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَیْھَا فَقَالَ سَعِیْدٌ اِنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَعْلَمُوْھَا وَعَلِمْتُمُوْھَا اَنْتُمْ فَاَنْتُمْ اَعْلَمُ (بخاری)

جب ہم اگلے سال گئے تو ہم وہ درخت بھول گئے اور وہ ہمیں نہ مل سکا۔ پس سعید نے کہا صحابہ کرامؓ تو اس درخت کو نہ پہچان سکے۔ اور تم نے پہچان لیا۔ تمہیں زیادہ پتہ ہے۔

جس درخت کو لوگوں نے متبرک سمجھنا شروع کر دیا تھا حضرت عمرؓ نے اُسے جڑ سے اکھڑوا دیا (فتح الباری) "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری" کیا ان مقامات میں صحابہ کرام کی اقتداء نہیں کی جائے گی۔

تو مان نہ مان میں تیرا مہمان

نیز جن بزرگوں کا وسیلہ پکڑا جاتا ہے مثلاً پنجتن پاکؓ۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ معین الدین اجمیریؒ، مجدد الف ثانیؒ۔ شیخ احمد سرہندیؒ، علی ہجویریؒ۔

فرید الدین شکر گنجؒ وغیرہم۔ کیا انھوں نے ہدایت فرمائی ہے کہ ہمارے بعد ہم سے دعائیں مانگا کرنا ہم اللہ تعالیٰ کو کہہ کر منظور کرا دیا کریں گے۔

موجودہ وسیلہ رسم کافری ہے

عزیزانِ مَن! یہ اسلامی شیوہ ہی نہیں یہ مشرکوں کا دستور تھا اُنہیں وسیلہ کی بیماری لگی ہوئی تھی جو چھوت کی طرح مسلمانوں کو بھی چمٹ گئی۔

مشرکین کی توحید قرآنِ مجید کھول کر بیسویں پارے کا پہلا صفحہ پڑھیے۔ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ .... کے رکوع ۶ کی آخری آیات ملاحظہ کیجیے۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سورہ مومنون کی آیت ۸۸ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ کفار حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو ہی خالق مالک رازق مختار کُل بلکہ مشکل کشا بھی سمجھتے تھے اُن کی "توحید" کو شرک کا خطاب ملا تو اس لیے کہ وہ مصنوعی وسیلوں کے قائل تھے۔

وسیلوں سے پیار وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس ۱۸)

اور اللہ کے سوا ایسے لوگوں کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نقصان اور نفع نہیں پہنچا سکتے اور کہتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (زمر ۳)

اور اللہ کے سوا ولیوں کو ماننے والے کہتے ہیں ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

اسلام میں ملاوٹ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ایسے ملاوٹی دین کی ضرورت

نہیں کیونکہ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ (زمر ۳) آگاہ رہیے اللہ کا دین خالص اور آمیزش سے پاک ہے۔

وَمَا اُمِرُوۡا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ حُنَفَآءَ۔ (بیّنہ ۵) اور انھیں یہی حکم ہوا تھا کہ خالص اللہ کی عبادت کریں یکسو ہو کر۔

جزوی اختیار

کفار اپنے معبودوں کے لیے اختیار بھی تھوڑا سا اور جزوی سا مانتے تھے مثلاً حج کے موقع پر اُن کی حاضری کے بول یوں ہوتے تھے۔

لَبَّیۡکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ اِلَّا شَرِیۡکًا ھُوَ لَکَ تَمۡلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ (عن ابن عباس۔ مسلم)

حاضر ہوں یا اللہ حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں مگر ایک شریک وہ تیرا ہی ہے تو مالک ہے اُس کا بھی اور اُس کی ملکیت کا بھی۔

ذاتی اور عطائی کی بحث

بریلوی حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ والی بہت سی صفات کے ساتھ متصف مانتے ہیں مثلاً ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ بھی عالم الغیب ہے نبی علیہ السلام بھی عالم الغیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی مختار کل ہے نبی علیہ السلام بھی مختار کل ہیں۔ اللہ تعالےٰ بھی مشکل کشا ہے۔ نبی علیہ السلام بھی مشکل کشا ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی حاضر و ناظر ہے۔ نبی علیہ السلام بھی حاضر و ناظر ہیں مگر اپنے خیال کے مطابق شرک سے بچنے کے لیے ایک یہ پچر لگا دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفتیں ذاتی ہیں جب کہ حضورؐ کی عطائی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر حضورؐ سے جو علم غیب یا اختیار کی نفی فرمائی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ذاتی طور پر عالم الغیب یا مختار کل وغیرہ نہیں ہیں۔ باقی عطائی طور پر آپ یہ سب کچھ ہیں۔

حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کا شرک تو مشرکین مکہ نے بھی نہیں کیا تھا۔ گذشتہ آیات سے بھی اور ان کے اس تلبیہ سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے ماتحت خیال کرتے تھے اور ان کے مرتبہ و مقام کو اللہ تعالیٰ کی دین سمجھتے تھے۔ مگر ارشاد خداوندی یہ ہے الا لہ الخلق والامر (الاعراف ۵۴) خبردار فقط اللہ ہی کے لیے ہے صفتِ تخلیق بھی اور اختیار بھی۔

چھلکے برابر بھی اختیار نہیں

اور فرمایا وَالَّذِیْنَ تدعون من دونہ ما یملکون من قطمیر (فاطر ۱۳) اور جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔

پکارنا بھی عبادت ہے

اس آیت میں لفظ عبادت نہیں دُعا کا ذکر ہے۔ اس سے ثابت ہوا غیر اللہ کا پکارنا بھی شرک ہے کیونکہ یہ عبادت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء ھو العبادۃ (عن نعمان بن بشیر۔ ترمذی) دعا عبادت ہی تو ہے۔

قبر اور بُت میں موازنہ

اس مغالطہ میں نہیں رہنا چاہیئے۔ کہ مذکورہ بالا آیات بتوں کے بارے میں ہیں۔ قبروں کے بارے میں نہیں کیونکہ بُت بندگانِ صالح کے نام پر ہی بنائے جاتے تھے اور مشرکین بتوں سے منسوب اپنے بزرگوں کو باقاعدہ نام لے کر پکارتے تھے جیسے لات، منات، عزیٰ اور سواع، یغوث، یعوق، نسر وغیرہم۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کان اللات رجلا یلت سویق الحاج (بخاری ص۷۲۱)
لات حاجیوں کے لیے ستو گھولا کرتا تھا۔
اور موخر الذکر پنجتن کے متعلق فرماتے ہیں:۔
اسماء رجال صالحین من قوم نوح (بخاری ص۷۳۲)
یہ قوم نوح کے اولیائے کرام کے نام ہیں۔
بنائے گئے شریک روز قیامت کہیں گے ماکنتم ایانا تعبدون ہ فکفیٰ باللہ شہید ابیننا وبینکم ان کنا عن عبادتکم لغٰفلین (یونس) تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے۔
ارشاد ہوتا ہے افحسب الذین کفروا ان یتخذوا عبادی من دونی اولیاء (کہف ۱۰۲) کیا پس گمان کرتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ پکڑیں میرے بندوں کو دوست۔
فرمایا ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم (الاعراف) جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہی تو ہیں۔
فرمایا ان تدعوھم لا یسمعوا دعائکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم ویوم القیٰمۃ یکفرون بشرککم (فاطر ۱۳) اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر سن لیں تو وہ تمہیں جواب نہیں دیں گے۔ اور روز قیامت وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔
ظاہر ہے یہ سب آیات پتھر کے بتوں کے بارے میں نہیں بزرگوں کے بارے میں ہی ہیں۔ مرنے کے بعد چاہے ان کے بت پوجے جائیں یا ان کی قبریں پوجی جائیں ایک ہی بات ہے۔ اصل چیز تو وہ خود ہیں۔

صنعتِ قبر قبر کی صنعت میں یہ دقت ہے کہ ایک جگہ بنتی ہے۔ اور بُت سازی میں یہ سہولت ہے کہ اسے کہیں بھی اور جتنی مقدار مطلوب ہو بنایا جا سکتا ہے یعنی بُت منقولہ خدا ہے اور قبر غیر منقولہ خدا۔ اس کے علاوہ قبر اور بت میں کوئی فرق نہیں نہ بُت جواب دیتے ہیں اور نہ قبریں جواب دیتی ہیں۔ حسنؒ بن حسینؓ بن علیؓ فوت ہوئے تو اُن کی بیوی صاحبہؒ نے قبر پر سال بھر خیمہ لگائے رکھا آخر اُٹھ کر جانے لگیں تو ایک غیبی آواز سُنائی دی کوئی کہہ رہا تھا اَلَا ھَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا کیا گم شدہ چیز مل گئی؟ دوسری طرف سے جواب آیا بَلْ یَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا بلکہ نا اُمید ہو کر لوٹ گئے (بخاری)، رُوح کے بغیر میت بھی تو ایک بُت ہی ہے۔ اس لیے لعنت ہر دو پجاریوں پر ہے۔ فرمایا:

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِھِمْ مَسَاجِدَ (عن عائشہ۔ صحیحین)

یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ کہ میری قبر کو بُت نہ بنانا کہ اُس کی پُوجا شروع ہو جائے۔

تصورِ شیخ اور بُت ہمارے مہربانوں نے قبر سے دُوری کی صورت میں تصورِ شیخ کو تصویر اور بُت کا قائم مقام بنا کر بُت پرستوں کی طرح دقت دُور فرمالی ہے۔

ہونکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ پوجو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

قبر اور خدا میں مماثلت

ہمارے مسلمان بھائی بطور وسیلہ پکڑے ہوئے اولیاء کے ساتھ ہر وہ سلوک روا رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے مثلاً قبروں کو ماتھا ٹیکنا سجدہ ہے، جھکنا رکوع ہے بصد ادب احترام کھڑا ہونا قیام ہے بہزار عجز و نیاز بیٹھنا قعود۔ ہے۔ انھیں پکارنا اور اُن سے مانگنا دُعا ہے چڑھاوا چڑھانا نذر ہے ان کاموں کے لیے روزانہ جانا نماز ہے۔ ہر جمعرات کو جانا جمعہ ہے کبھی کبھی جانا عمرہ ہے اور سال میں ایک بار تاریخ مقررہ پر جاکر عرس کرنا حج ہے دُودھ میں پانی نہیں بلکہ پانی میں دُودھ ملاکر بیچنے والے گوالوں سے خالص دُودھ کا عطیہ لے کر سبیل لگانا سقایۃ الحاج ہے دال روٹی کا بھنڈارہ تقسیم کرنا زکوٰۃ ہے اُن کے پھیرے لگانا طواف ہے انہیں چومنا حجر اسود کو بوسہ دینا ہے۔ اُن سے چمٹنا ملتزم بنانا ہے۔ چلّہ کھینچنا یا مجاوری کرنا اعتکاف ہے وہاں جانور ذبح کرنا قربانی ہے اندر جوتے نہ لے جانا اور ان کی طرف پیچھا نہ کرنا کعبہ بلکہ خدا بنانا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ سے کہا گیا تھا۔ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (طٰہٰ) اپنے جوتے اتار دو کیونکہ تو وادی مقدس طویٰ میں ہے۔ مسجدیں جو خدا کا گھر ہیں اُن میں جوتے تھام کر کے اندر لے جانے کی اجازت ہوتی ہے۔ لیکن یہاں ہر صورت میں اندر جوتے لے جانا منع اور سخت بے ادبی خیال کیا جاتا ہے پھر کہتے ہیں ہم عبادت تو نہیں کرتے کیا عبادت کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

ضروری نہیں کہ ہو بہو نماز کی طرح غیر کی نماز پڑھی جائے یا زکوٰۃ دی جائے یا حج کیا جائے تو ہی شرک ہوتا ہے شکلوں میں تھوڑا بہت اختلاف ہو سکتا ہے کیا اہل شرک عین مسلمانوں کی طرح غیر کی عبادت کرتے

ہیں یا کرتے تھے۔

کہتے ہیں ہم جو قبروں کو سجدہ کرتے ہیں تو زمین پر صرف اپنی پیشانی لگاتے ہیں جب کہ نماز والے سجدہ میں ناک بھی لگائی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ سجدۂ عبادت نہ ہوا۔ حالانکہ حنفیہ کے نزدیک نماز والے سجدہ میں زمین پر ناک لگانا بالاتفاق ضروری نہیں۔ بلکہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک پیشانی بھی نہ لگائے صرف ناک لگالے تو سجدہ صحیح ہوجاتا ہے (ہدایہ ص۴)

بلکہ فتاویٰ عالمگیری میں تو یہ لکھا ہے اگر دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے بھی زمین پر نہ لگائے تو نماز بالاجماع جائز ہے (ج ا ص)

کبھی کہتے ہیں دراصل ہماری عبادت کی نیت نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں اگر آپ صاحب قبر کے لیے یا کسی بھی غیر کے لیے پوری نماز پڑھ ڈالیں اور پھر کہہ دیں ہم نے یہ سب کچھ تعظیماً کیا ہے عبادت کے لیے نہیں کیا تو کیا یہ عذر کسی مسلمان کے نزدیک قابلِ سماعت ہوگا۔ سجدہ کو یہ لوگ معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ نماز میں سب سے زیادہ خشوع والی صورت ہی یہی ہے۔ ارشاد نبوی ہے اقرب مایکون العبد من ربہ و ھو ساجد (عن ابی ہریرۃ مسلم) بندہ سب سے زیادہ خدا کے نزدیک اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہو۔ تو اگر غیر کو سجدہ کر کے انسان مشرک نہیں ہوتا جو کہ نماز کی انتہائی خضوع والی صورت ہے تو پھر غیر کے لیے باقی نماز پڑھ لینے میں بھی کیا حرج ہے۔

سجدہ تعظیمی

میرے بھائی جہاں تک سجدہ تعظیمی کا تعلق ہے یہ کبھی تعظیمی تھا۔ لیکن جب سے ہماری شریعت نے اسے منسوخ و ممنوع کیا ہے اس کی تعظیمی حیثیت ختم ہوگئی ہے اب سجدہ کی ایک ہی قسم ہے اور وہ سجدہ عبادت ہے۔ اب یہ کام احترام و تعظیم کہہ کر کیے جائیں یا عبادت

سمجھ کر۔ ہیں عبادت ہی کیونکہ یہ شکلیں یا ان سے ملتی جلتی شکلیں موضوع ہیں عبادت کے لیے اور انہی جیسی حرکتوں کے باعث اہل شرک وکفر پہ خدا اور رسول کی طرف سے شرک و کفر کے فتوے نافذ ہو چکے ہیں۔

کہنے سے کیا ہوتا ہے

آدمی جان بوجھ کر شراب کو پانی کہہ کر پی لے یا زہر کی پڑیا تریاق کہہ کر پھانک لے یا سودی کاروبار کو تجارت کہہ کر اختیار کر لے یا آگ کے الاؤ میں اسے پانی کا تالاب کہہ کر کود پڑے یا خنزیر کو بکرا کہہ کر کھا لے یا ماں بہن کو بیوی کہہ کر رکھ لے یا شیطان کو رحمٰن کہہ کر پوج لے تو کیا خیال ہے اس سے فرق ہی نہیں پڑتا۔

جہالت نہیں تجاہل عارفانہ

ہاں بھول معاف ہے دنیا میں غلطی کا اثر ظاہر ہو تو ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ کے اصول پر جزاء و سزا ملے گی۔ پر یہ اصول یہاں نہیں فِٹ بیٹھتا کیونکہ بھول یا غلطی عارضی ہوتی ہے۔ اس پر ضد اور اصرار نہیں ہوتا جیسے کوئی شخص غیر قبلہ کی طرف قبلہ سمجھ نماز پڑھ لے تو اُس کی نماز ہو جائے گی۔ لیکن جب اُسے آگاہ کر دیا جائے تو کیا پھر بھی غلط سمت کو اُس کی نماز ہو جائے گی۔

پانی نامعلوم ہو تو تیمم سے نماز ہو جاتی ہے۔ علم ہو جانے کے بعد پھر بھی؟ نہیں بلکہ آب آمد تیمم برخاست ایک شخص کو ٹریفک کے اصول کی خلاف ورزی پر ٹوکا جاتا ہے وہ باز نہیں آتا تو کیا وہ اپنی جان کا دشمن نہیں بنا ہوا۔

کسی کو بتلا دیا جائے یہ کھرا سکہ ہے اور وہ کھوٹا وہ پھر بھی کھوٹے سکے قبول کرنے پر تُلا رہے تو کیا اُس کی حماقت میں کوئی کسر رہ جاتی ہے۔ وقتی جہالت قابل معافی ہے لیکن مسلسل تجاہل عارفانہ عذر مسموع نہیں۔

بالخصوص وسیلے کا مسئلہ معمولی مسئلہ نہیں ہے جسے جہالت کا عذر، تاویل کی خطا یا اجتہاد کی غلطی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے یہ توحید کا مسئلہ ہے جو اسلام کا اصل الاصول ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ میں نے جن و انس کو فقط اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور ہم روز کئی بار کہتے ہیں إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

اس کے بعد بھی ہمارے بھائی مُردہ وسیلوں سے استعانت کریں تو اُن کی مرضی ہے۔ ہم کیا عرض کر سکتے ہیں۔

بیان میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہیے

حی علی الصّلوٰۃ

مرتبہ : محمد قاسم خواجہ

فرضی اور نفلی نمازوں سے متعلقہ اہم مسائل کی تحقیق۔ ایک معرکۃ الآراء کتاب علم کی دنیا میں حسین اضافہ اور بقول جناب علیم ناصری صاحب انداز استدلال نہایت واضح اور طرزِ بیان سادہ اور عام فہم جس کو ہر عالم و عامی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ ہمارے مدارس کے طلبہ اور مساجد کے خطیب اور امام اس کے مطالعے سے اپنی اور دوسروں کی بھی اصلاح کر سکتے ہیں۔ نیز اپنے حنفی معاصرین سے بحث و نظر میں خاصی مدد لے سکتے ہیں

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ ۹ فروری ۱۹۹۰ء)

صفحات ۲۴۴ ۔ قیمت ۳۰ روپے

اہلِ مکّہ کا کفر

وسیلہ

یہ بات ثابت ہوگئی اہل مکّہ اس لیے مشرک تھے کہ وہ وسیلہ کے قائل تھے وہ سمجھتے تھے ہمارے معبود ہمیں اللہ تعالیٰ سے لے کر دینے کا اختیار رکھتے ہیں۔ان کی بُت پرستی کے جتنے بھی مظاہر تھے ان سب کی غرض وغایت یہی تھی ان کا خیال تھا جب لے کر انہوں نے ہی دینا ہے جب یہی متصرف فی الامور ٹھہرے تو کیوں نہ انھیں خوش کرنے اور ان کے قہر سے بچنے کے لیے انہی کا پرستار بنا جائے۔

دیوتا اور داتا اور جب ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے کہتے ہیں خدا کا خوف کرو تمہیں غیر اللہ کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہوئے شرم نہیں آتی تو نہایت ڈھٹائی سے جواب دیتے ہیں ارے یہ بھی اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کے پیارے ہیں۔کیا یہ مشرک حاجیوں کے لفظ تملکہ (تو اس کا مالک ہے) کا ٹھیٹھ ترجمہ نہیں ہے؟ اُنھیں ہر بُت میں دیوتا اور انہیں ہر قبر میں داتا نظر آتا ہے۔گندے عقیدوں کے ساتھ تو خیر مولویوں اور پیروں کی روزی وابستہ ہے نہ جانے ان کے مقتدیوں کو کیا ہوگیا ہے بھیڑ بکریوں کی طرح مسلسل بیوقوف بنے ہوئے ہیں جیسے انکو قرآن پاک کی درج ذیل آیات سے بے خبر رکھ کر اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا گیا ہو۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ (سبا ۲۲)

فرما دیجیے پکارو ان لوگوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا کچھ سمجھتے ہو۔ وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے۔ نہ اُن کی اِن میں کوئی شراکت ہے اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ (اعراف)

فرما دیجیے میں اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر جتنا خدا چاہے۔

قل انی لا املك لکم ضرا ولا رشدا قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ولن اجد من دونہ ملتحدا (الجن ۲۱ و ۲۲)

کہہ دیجیے میں تمہارے لیے نقصان اور نفع کا اختیار نہیں رکھتا۔ کہہ دیجیے مجھے اللہ تعالیٰ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور مجھے اللہ کے سوا کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔

جب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ (الشعراء : ۲۱۴)

اور ڈرا اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام خویش و اقارب کو اکٹھا کر کے الگ الگ ارشاد فرمایا:۔

اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا (بخاری و مسلم)

اپنے آپ کو آگ سے بچالو میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔

مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے کے متعلق فرمایا وہ روز قیامت کہے گا یا رسول اللہ اغثنی۔ اے اللہ کے رسول میری مدد کیجیے۔ میں کہوں گا لا املك لك شیئا قد ابلغتك۔ میں تیرے لیے

کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ میں نے تجھے بات پہنچا دی تھی (بخاری ص۴۳۲)

مختار کل

سوال یہ ہے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل ہوتے تو کیا آپ حضرت حمزہؓ کو شہید ہونے دیتے۔ اپنی اولاد کو فوت ہونے دیتے کیا غزوہ اُحد اور جنگِ موتہ کا یہی انجام ہوتا۔ کیا ابو لؤلؤ لعین عین مسجد نبوی کے بیچ میں حضرت عمرؓ پر خنجر کے چھ وار کر سکتا تھا۔ کیا بلوائی حضرت عثمانؓ پر تلوار چلا سکتے تھے۔ کیا ان کی بیوی حضرت نائلہ کی انگلیاں کٹ سکتی تھیں۔ کیا ابن ملجم ملعون کو جراُت ہوتی کہ حیدر کرارؓ کی پیشانی کو توڑ ڈالے۔ بلکہ میں نعرہ حیدری لگانے والوں سے پوچھتا ہوں کہ تبلاؤ اس موقع پر حضرت علیؓ کی مشکل کشائی بھی کیا ہوئی۔ بلکہ سعودی حکومت کے دشمنوں سے بھی دریافت کرنا چاہیے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل ہوتے تو کیا حرمین شریفین پر محمد بن عبدالوہاب کے ساتھیوں کا قبضہ ہو سکتا تھا اور ارضِ حجاز میں سعودی حکومت قائم ہو سکتی تھی اور کیا نبی علیہ السلام اس بات کے محتاج تھے کہ فتنوں کی سرزمین عراق سے کردوں کا قاتل اور کمیونسٹ صدام حسین "صلاح الدین" بن کر آئے اور انھیں چھڑائے؟ کیا اپنی حیات میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی دشمن کو حرمین شریفین پر قبضہ کرنے کی اجازت دی تھی۔

مشرکین مکہ کی صاف گوئی

مشرکین میں لاکھ خامیاں سہی لیکن ایک خوبی ان میں ضرور تھی وہ یہ کہ اپنے عقیدے کا برملا اعلان کرتے تھے نہیں جی نہیں جی ہمارا مطلب یہ ہے ہمارا مطلب وہ ہے اس طرح کی تاویلوں کا سہارا نہیں لیتے تھے۔ غیروں کا حالانکہ صرف وسیلہ پکڑتے تھے۔ پھر یہ نہیں کہتے تھے ہم احترام کرتے ہیں یا تعظیم بجالاتے ہیں۔ بلکہ صاف کہہ دیتے تھے ہم ان کی عبادت کرتے ہیں یہ ہمارے معبود ہیں۔ یہ ہمارے الٰہ ہیں۔ حضورؐ کے متعلق انہیں شکایت تھی۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (ص)

اس نے کئی معبودوں کا ایک معبود بنا دیا ہے؟

گویا اتنی سمجھ جاہلی دور کی پیداوار ان عقل کے اندھوں کو بھی تھی کہ غیر اللہ کا وسیلہ پکڑنا اُسے خدا بنانا ہی ہے۔

وسیلہ سے بھی اور نہیں بھی؟

میں تو کہوں گا جو لوگ وسیلہ کے قائل ہیں انھیں خداوند تعالیٰ کی عبادت کا حق ہی نہیں پہنچتا کیونکہ اگر خدا وسیلے کے بغیر بھی دے دیتا ہے تو پھر وسیلہ کی جھک مارنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور اگر قبروں کا وسیلہ ضروری ہے تو پھر جائیں ڈھیریوں پر مسجدوں میں کیا لینے آتے ہیں۔ اہل وسیلہ کو اللہ تعالےٰ سے براہِ راست ہمکلام ہونے کا حق نہیں پہنچتا۔ یعنی انہیں اس قسم کے الفاظ نہیں کہنا چاہیئں۔ یا اللہ، یا رب، یا رحمٰن، یا رحیم، یا کریم یہ تو اُن لوگوں کا وظیفہ ہے۔ اور اس سے اُن سینوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ جنھوں نے وسیلوں کو ردّ کر دیا ہے۔ دونوں باتیں کیسے دُرست ہو سکتی ہیں۔ ایک لازمًا صحیح ہے اور دوسری لازمًا غلط۔

دوئی کو چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

خوش فہمی

ہمارے بھائیوں کو اکثر ہم سے شکایت رہتی ہے کہ ہم ان کی مثال مشرکین مکہ سے کیوں دیتے ہیں۔ بجا ارشاد ہوا۔ اہل شرک سے نفرت قابل ستائش ہے لیکن میں پوچھتا ہوں اگر کوئی اغلام بازی کرے تو

تو اُس کی مثال قوم لوط سے دی جا سکتی ہے۔ ناپ تول میں کمی کرے تو اُس کی مثال قومِ شعیب سے دی جا سکتی ہے۔ شرک کرے تو اُس کی مثال گذشتہ قوموں سے کیوں نہیں دی جا سکتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کافروں کو شکوہ تھا کہ انہیں فرعون وغیرہ کے قصے کیوں سنائے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی خوش فہمی کو یوں دُور فرمایا اَکُفَّارُکُمْ خَیْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِکُمْ اَمْ لَکُمْ بَرَاءَۃٌ فِی الزُّبُرِ (قمر : ۴۳)

کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں یا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں چھٹکارا لکھا ہے۔ یعنی کیا تمہیں سرخاب کے پَر لگے ہوئے ہیں جب عمل ایک ہے ذہن ایک ہے مدعا ایک ہے تو پھر مثال اور فتوے اور انجام ایک کیوں نہ ہو۔

اُمتِ محمدیہ اور شرک

حضرت شداد بن اوس رضؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کیا آپ کی اُمت آپ کے بعد شرک کرے گی تو فرمایا ہاں وہ سورج، چاند، پتھر اور بُت کی عبادت تو نہیں کریں گے البتہ اپنے اعمال کے ساتھ ریاکاری کریں گے (احمد)

ایک دوسری روایت میں فرمایا ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر قالوا یارسول اللّٰہ وما الشرك الاصغر قال الریاء (احمد)

تمہارے متعلق مجھے سب سے زیادہ ڈر شرک اصغر کا ہے۔ سوال ہوا شرک اصغر کیا ہے فرمایا ریاکاری۔

قبر پرستوں کے لیے یہ روایتیں نہایت اطمینان کا باعث ہیں۔ وہ سب کچھ کر کے بھی کہتے ہیں کہ ہم شرک نہیں کرتے کیونکہ حضورؐ نے فرما دیا ہے کہ میری اُمت شرک (اکبر) نہیں کرے گی۔

حضورؐ نے جو فرمایا ہے صحیح فرمایا ہے۔ واقعی آپ کی اُمت شرک نہیں کر سکتی۔ اور جو شرک کرتے ہیں انہیں اپنے آپ کو اُمت

محمدیہ میں سے خارج سمجھنا چاہیے۔ ایک انسان بیک وقت حضورؐ کا اُمتی بھی ہو اور پھر مشرک بھی ہو یہ محالات میں سے ہے۔

دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی یا حسن ظنی صرف مستقبل قریب تک کے لیے تھی آپ نے صحابہ کرام کے ایمان کو اس قدر مضبوط بنا دیا تھا کہ ان سے شرک کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی تھی ورنہ جہاں تک بعد کے زمانے کا تعلق ہے تو باقاعدہ آپ سے مروی ہے لا تقوم الساعۃ حتیٰ تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتیٰ تعبد قبائل من امتی الاوثان وانہ یکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی عن ثوبان (ابوداؤد۔ ترمذی) قیامت نہیں قائم ہو گی یہاں تک کہ میری اُمت کے کئی قبیلے مشرکین کے ساتھ مل جائیں گے اور میری اُمت کے کئی قبیلے بتوں کی پرستش شروع کر دیں گے اور میری اُمت میں تیس کذاب ہوں گے جو سب اپنے آپ کو اللہ کا نبی گمان کریں گے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس سے ثابت ہوا اُمت محمدیہ سے شرک کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔ نہ صرف شرک کا ارتکاب بلکہ ان میں مدعی نبوت بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔

اب ایک شرک کرنے والا محض اس لیے اُمت محمدیہ میں سے ہونے کا حق دار نہیں بن جاتا کہ وہ برائے نام مسلمان ہے اور حضورؐ سے ایک گونہ نسبت رکھتا ہے۔ ورنہ تو پھر نبوت کے دعوے داروں کو بھی امت محمدیہ میں تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اپنی امت میں شمار کیا ہے۔ مگر کیا ہے کوئی مسلمان جو مرزا قادیان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی تصور کرے۔ جب کہ دعویٰ ان کا بھی اپنے متعلق اُمتی ہونے کا ہی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں کو اپنا امتی فرمانا صرف دعویٰ کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ درحقیقت وہ حضور کی اُمت نہیں ہیں نیز چونکہ آپ سارے جہان کے لیے نبی ہیں اور آپ کی دعوت ہر مسلم و غیر مسلم کے لیے عام ہے اس لحاظ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کو بھی اپنی امت قرار دیا ہے۔ فرمایا والذی نفس محمد بیدہ لا یسمع بی احد من ھذہ الامۃ یھودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار (عن ابی ہریرہ۔ مسلم)
بخدا اس اُمت میں سے یہودی یا عیسائی جو بھی میرے متعلق سن لے پھر مجھ پر ایمان لائے بغیر مر جائے وہ جہنم میں جائے گا۔
لہٰذا صرف لفظ اُمت کو لے کر اپنی معصومیت کا پرچار نہیں کرنا چاہیے۔ آپ نے اپنی اُمت سے جو شرک کی نفی فرمائی تھی وہ قیامت تک کے لیے نہیں تھی۔ اس کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے آپ نے فرمایا واللہ لا الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی علیکم ان تنبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنا فسوھا کما تنا فسوھا وتھلکم کما اھلکتھم (عن عمرو بن عوف بخاری مسلم) خدا کی قسم تمہارے متعلق مجھے فقر کی تشویش نہیں۔ بلکہ پہلے لوگوں کی طرح کشادگی کی تشویش ہے کہ کہیں تم بھی ان کی طرح دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو جاؤ۔
اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُمتِ محمدیہ فقر سے مستثنیٰ ہے۔ اس کا مطلب یقیناً یہی ہے کہ مستقبل قریب میں فقر کا کوئی اندیشہ نہیں تھا کیونکہ فتوحات کے دروازے عنقریب کھلنے والے تھے۔
یا جیسا کہ آپ نے فرمایا نما الامراء من قریش۔ حکام قریش میں ہوں گے۔

اب یہ حکم یا یہ پیشینگوئی بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نہیں تھی ۔ بلکہ اس وقت تک کے لیے تھی جب تک قریش اس قابل رہیں ۔

چنانچہ اس اُمت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَن كَانَ قَبْلَكُمْ (النسائی)

تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طور طریقے اختیار کرنے لگو گے ۔ مولانا حالی فرماتے ہیں !

کرے غیر گر بُت کی پُوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رُتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دُعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

نہ جانے قبروں کے پجاری کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں یہ خود کو اہل شرک سے کیوں الگ سمجھتے ہیں ۔ شرک کے عمیق گڑھے میں گر کر توحید کا لیبل چسپاں رکھنے پر مصر ہیں ۔ اوکھلی میں دیا سر تو لپنے کا کیا ڈر حالانکہ یہ اپنے اپنے ذوق کی بات ہے ۔ اپنی اپنی پسند کا مسئلہ ہے ۔ بلکہ آج کی عوامی اصطلاح کے مطابق یوں کہیے ۔ اپنی اپنی ثقافت ہے کسی نے سورج کو پوجا کسی

نے چاند کو پوجا کسی نے تاروں کو پوجا کسی نے سمندروں اور پہاڑوں کو پوجا کسی نے آگ اور درختوں کو پوجا کسی نے جنوں اور فرشتوں کو پوجا کسی نے گائے کو پوجا کسی نے بچھڑے کو پوجا اور کسی نے نبیوں ولیوں اور شہیدوں کے بتوں کو پوجا اور کسی نے اُن کی قبروں کو پوجا ۔ حقیقت میں ان میں سے کسی نے کسی کو نہ پوجا بلکہ ان سب نے شیطان کو پوجا ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی پوجا بھی ہو اصل میں شیطان کی پوجا ہوتی ہے ۔

فرمایا : یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ (یٰسین)

اے اولادِ آدم شیطان کو نہ پوجو مگر اہل ایمان کا نعرۂ حق یہ ہے ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں ۔

رہے نام اللہ کا

مسئلہ زیرِ بحث یہ ہے کہ مُردہ کو وسیلہ نہیں پکڑنا چاہیے اہل وسیلہ کہتے ہیں ہم سرے سے ولیوں کو مُردہ سمجھتے ہی نہیں (شکر ہے انہیں بھی احساس ہے کہ میّت کا وسیلہ واقعی ٹھیک نہیں ہوتا) کیونکہ قرآن مجید میں ہے ۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ (آلِ عمران ۱۶۹)

اور شہیدوں کو مُردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں ۔ اپنے رب کے ہاں روزی دیے جاتے ہیں ۔ انبیاء کرام کا مقام چونکہ ان سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے بنا بریں وہ بھی زندہ ٹھہرے ۔ ولیوں کو صاف لفظوں میں زندہ کہا گیا ہو ایسی کوئی آیت نہیں پر لطیفہ یہ ہے کہ نبیوں اور شہیدوں کی بجائے قبریں زیادہ تر ولیوں کی پوجی جاتی ہیں ۔ موت کا انکار خدا کی ایک مخلوق کا انکار بلکہ کئی آیات قرآنیہ کا بھی انکار ہے ۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوۃَ (الملک ۲)

اُس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔

موت ایک حقیقت ہے۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ (آلِ عمران ۱۸۵)

موت سب نے چکھنی ہے۔

یہ قانون قدرت ہے۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام۔

(الرحمٰن ۲۶ و ۲۷)

رُوئے زمین پر بسنے والی تمام مخلوق فانی ہے صرف تیرے بزرگی والے رب کی ذات باقی رہے گی۔

مولانا حالیؒ نے فرمایا ہے:

؎ وہی ایک ہے جس کو دائم بقا ہے
جہاں کی وراثت اسی کو سزا ہے
سوا اس کے انجام سب کا فنا ہے
نہ کوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے
مسافر یہاں ہیں فقیر اور غنی سب
غلام اور آزاد ہیں رفتنی سب

موت و حیات کی ترتیب یوں ہے۔

مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْھَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْھَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی

(طٰہٰ ۵۵)

زمین سے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

لفظ نعید کم قابلِ غور ہے اعادہ پہلی حالت میں لوٹانے کو کہتے ہیں

اور پیدائش سے پہلے کوئی بھی جسمانی زندگی کا قائل نہیں جیسے کہ فرمایا۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (بقرہ ۲۸)

تم اللہ تعالیٰ کا کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے پس اُس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر تم اُس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تو بعد از موت اختلاف کی گنجائش کیوں ہو۔

نبیوں پر موت آئی۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (بقرہ ۱۴۱)

نبی مقتول بھی ہوئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے موت کا لفظ استعمال ہوا۔ فرمایا

ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت (بقرہ ۱۳۳)

کیا تم اس وقت حاضر تھے جب حضرت یعقوبؑ کو موت آئی۔

وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ (آل عمران ۱۱۲)

اور وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔

موت بے لحاظ ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر ۳۰)

آپ بھی مرنے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔

کیا اسے منسوخ کہیے گا۔ وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔

اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ (عن عائشہ بخاری)

بے شک موت کی بے ہوشیاں ہیں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ابو بکرؓ نے آپ کی نعش مبارک کو دیکھ کر فرمایا۔

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَوْتَتَیْنِ (عن عائشۃ بخاری)

میرے ماں باپ قربان آپ پر دو بار موت نہیں آئے گی۔

پھر لوگوں سے خطاب کیا۔

اَمَّا بَعْدُ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ۔ (عن ابن عباس - بخاری)

جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتے تھے پس بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق وفات فرما گئے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں پس بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے نہیں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں اس سے پہلے بھی رسول ہو گزرے ہیں۔

سر تسلیم خم

غور فرمائیے وفاتِ نبوی کے بعد پہلا نزاع جو پیدا ہوا وہ یہی تھا کہ حضورؐ زندہ ہیں یا مُردہ اور سب سے پہلا مسئلہ جو باجماعِ صحابہ حل ہوا وہ یہی تھا کہ موت واقع ہو گئی ہے صدیق اکبرؓ کی زبان سے قرآن کی ایک آیت نے اُن کی راہنمائی کر دی تھی۔

یہ ایمان کی بات ہے۔ اب سادا قرآن سُنا دو مسلمان مطلق اثر

قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ ایسی ضد پلے باندھ رکھی ہے اور ایسے لکیر کے فقیر بنے ہیں کہ پشتہا پشت تک مسائل لاینحل پڑے رہتے ہیں۔

وفاتِ نبوی ؐ پر دو اعتراض اور اُن کا جواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر دو اعتراض وارد کیے جاتے ہیں۔

نمبر ۱: حضور ؐ کا ارشاد ہے۔

لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ (عن ابی بکر رضؓ بخاری)

ہم نبیوں کا ورثہ تقسیم نہیں ہوتا جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

نمبر ۲: وَلَا اَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمًا (احزاب)

اور نہ یہ جائز ہے کہ تم نکاح کرو آپ کی بیویوں سے آپ کے بعد کبھی یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے یعنی اگر حضور ؐ کی موت تسلیم کرلی جائے تو قاعدہ کے مطابق آپ کا ورثہ تقسیم ہوتا اور آپ کی بیوگان سے نکاح بھی صحیح ہوتا، چونکہ ایسا نہیں ہے لہٰذا اس کا سبب یہی مانا جائے گا کہ آپ ؐ زندہ ہیں۔

گذارش ہے کہ انبیائے کرام اپنی اُمتوں کے لیے بمنزلہ باپ کے ہوتے ہیں اور وہ اپنی رُوحانی اولاد کے لیے وہی ورثہ چھوڑتے ہیں جس سے وہ یکساں مستفید ہوسکیں جیسا کہ فرمایا۔

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِہِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ رَسُوْلِہٖ۔ (عن انس مؤطا)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک انہیں تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہوگے یعنی قرآنِ مجید اور اپنی سنت اور آنحضرت کی بیویاں اُمہات المومنین یعنی مومنوں کی رُوحانی مائیں ہیں اور ماں سے نکاح صحیح

نہیں ہوتا۔ یاد رہے ہم اُن کے منہ بولے بیٹے یا وہ ہماری منہ بولی مائیں نہیں کہ یہ آیتیں پڑھی جائیں۔

لِکَیْلَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِہِمْ۔ (احزاب ۳۷)

تاکہ نہ ہو مومنوں پر حرج اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں۔ یا

اِنْ اُمَّھَاتُھُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَھُمْ (مجادلہ ۲)

مائیں وہی ہوتی ہیں جن سے جنم لیا ہو۔ بلکہ یہ اعزاز منجانب اللہ ہے جس نے سب رشتے بنائے ہیں۔ فرمایا

وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھَاتُھُمْ (احزاب ۶)

آپؐ کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اُمہات المومنین سے نکاح کی اجازت نہ ہونے کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے بلکہ فرمایا۔

اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمًا (الاحزاب ۵۳)

بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔

اسی طرح حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا وغیرہا نے جب ابوبکرؓ سے حضورؐ کا ورثہ طلب کیا تو آپؓ نے انھیں لَا نُوْرَثُ والا مذکورہ حکم سنایا تھا۔ یہ نہیں فرمایا تھا کہ حضورؐ زندہ و بقید حیات ہیں اور تم ورثہ مانگتے ہو (عن عائشہ۔ بخاری)

ہمارے بھائیوں نے زندگی والی توجیہہ از خود بنالی ہے ورنہ ساری اُمت میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نہیں سمجھتا۔ آپ کو اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ دونوں کا عرفان حاصل تھا۔ آپؓ صدیق یونہی نہیں ہو گئے تھے۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

اس مقام پر جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے بہت کمزوری دکھائی ہے آب حیات میں فرماتے ہیں۔ چونکہ نبی کریم بحیوٰۃ دنیویہ الاٰن کما کان زندہ ہیں اور ایک لمحہ کے لیے بھی موت بمعنی انفکاک الروح عن الجسد آپ پر طاری نہیں ہوئی۔ اور میراث تقسیم ہوتی ہے بعد الموت لہٰذا تقسیم میراث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (بحوالہ القول الجلی فی حیات النبیؐ مصنفہ قاضی شمس الدین صاحبؒ)

اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں یہاں تو گزرے ہوئے تمام ولیوں کو زندہ سمجھا جاتا ہے۔ اور اس قابل خیال کیا جاتا ہے کہ ان سے توسل کیا جا سکے۔ ان کے اصول کے مطابق ان کا ورثہ بھی تقسیم نہیں ہونا چاہیے اور ان کی بیوگان سے نکاح بھی جائز نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن دونوں باتیں ہوتی ہیں۔ یقین جانیے ہمارے بھائیوں کے پاس اس چیز کا کوئی جواب نہیں۔

ان کا کیا کیجیے گا؟

نیز فوتیدگی کے بعد تقسیم ورثہ اور نکاح بیوہ کے علاوہ بھی بے شمار مسئلے سامنے آتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان دو چیزوں کا استثنار تو آگیا باقی کس کس چیز کا استثنار آپ کریں گے۔ نمازوں میں امامت تک نہ رہی دورِ نبوت کے بعد خلافت اور پھر ملوکیت آگئی۔ الغرض وہ باتیں جو آپ کی زندگی اور حاضری میں ناممکن الوقوع تھیں رُونما ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ قیامت تک آپ اس لامتناہی سلسلہ کا جواب ہی تلاش کرتے رہیں گے۔

حیرت ہے ایک طرف یہ لوگ مانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی قبر مبارک مدینہ منورہ میں ہے اور یہ کہ آپ نے ترلیسٹھ برس عمر پائی۔
اور پھر انھیں الآن کما کان زندہ بھی کہتے ہیں ۔کیا یہ عقیدہ اجتماع
ضدین نہیں ہے ؟ ان کی منطق کیا کہتی ہے۔

شہداء کی زندگی

اب سوال یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں شہیدوں کو جو زندہ کہا گیا ہے۔
اس کا کیا مطلب ہے بات یہ ہے موت نام عدم محض کا نہیں۔جب ہم
کہتے ہیں فلاں مرگیا تو اس کا معنی یہ نہیں ہوتا کہ بالکل ہی ختم ہوگیا۔
بلکہ موت نام ہے جسم سے رُوح کے جدا ہونے کا ۔اس مفہوم پر
سب مسلمانوں کا اتفاق ہے یعنی فنا جسم کے لیے ہے رُوح کے لیے
نہیں ۔مرنے کے بعد زندگی جسمانی یا دنیوی نہیں بلکہ رُوحانی اور برزخی ہے
جو ہر ایک کو حاصل ہے ۔مومن کو بھی اور کافر کو بھی ۔مومن کے بارے
میں فرمایا۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً
فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (فجر ۲۷ تا ۳۰)

اے اطمینان والی رُوح چل اپنے رب کی طرف ۔دونوں ایک دوسرے
سے راضی پس داخل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت
میں۔

اور کافر کے بارے میں فرمایا۔

وَلَوْ تَرٰى إِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰئِكَةُ بَاسِطُوْا
أَيْدِيْهِمْ أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ۔
(انعام ۹۳)

اور اگر آپ دیکھیں جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوں اور فرشتے ہاتھ

پھیلا کر کہہ رہے ہوں نکالو اپنی جانیں آج تمہیں ذلت کی سزا دی جائے گی۔
موت کے بعد یا قبر میں ثواب یا عذاب کے ادراک کے لیے ایک طرح کی زندگی ہر ایک کے واسطے لازمی ہے۔

شہیدوں کو جو خاص طور پر زندہ کہا گیا ہے تو اس لیے کہ برزخ میں ان کی زندگی قابلِ رشک ہے ورنہ انہیں دنیوی زندگی نہیں مل جاتی۔ ایک حدیث سنیئے جس سے سارا مسئلہ روشن ہو جاتا ہے۔

اِنَّ اَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِیْ حَوَاصِلِ طُیُوْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِی الْجَنَّةِ حَیْثُ شَاءَتْ ثُمَّ تَاْوِیْ اِلٰی قَنَادِیْلَ مُعَلَّقَةٍ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاطَّلَعَ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ اِطِّلَاعَةً فَقَالَ مَاذَا تَبْغُوْنَ فَقَالُوْا یَارَبَّنَا وَاَیَّ شَیْءٍ نَبْغِیْ وَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ ثُمَّ عَادَ عَلَیْهِمْ بِمِثْلِ هٰذَا فَلَمَّا رَاَوْا اَنَّهُمْ لَا یُتْرَكُوْنَ مِنْ اَنْ یَسْئَلُوْا قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ تَرُدَّنَا اِلَی الدَّارِ الدُّنْیَا فَنُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِكَ حَتّٰی نُقْتَلَ فِیْكَ مَرَّةً اُخْرٰی لِمَا یَرَوْنَ مِنْ ثَوَابِ الشَّهَادَةِ فَیَقُوْلُ الرَّبُّ جَلَّ جَلَالُهٗ اِنِّیْ كَتَبْتُ اَنَّهُمْ اِلَیْهَا لَا یُرْجَعُوْنَ
(مسلم)

شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں۔ وہ جنت میں جہاں جی چاہے چرتے چگتے ہیں پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر جھانک کر پوچھتا ہے کچھ چاہیے؟ وہ جواب دیتے ہیں اب ہمارا امنہ کیا مانگتا ہے جب کہ تو نے ہمیں وہ کچھ دے دیا جو کسی کو نہ دیا اللہ تعالیٰ ان پر سوال دہراتے ہیں جب شہید سمجھتے ہیں مانگے بغیر خلاصی نہیں ہوگی تو وہ شہادت کے ثواب کے پیش نظر کہتے ہیں ہماری خواہش ہے ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج تاکہ ایک دفعہ پھر لڑ کر شہید ہوں تو رب العزت فرماتے ہیں یہ میں لکھ چکا ہوں دنیا میں لوٹ کر

کوئی نہیں جائے گا۔

یہ حدیث کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ تَسْرَحُ فِی الْجَنَّةِ حَیْثُ شَاءَتْ سے عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ کا مفہوم بھی واضح ہوگیا۔ یہ تصریح اس لیے کی ہے کیونکہ بعض لوگ ان الفاظ سے مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں۔ کہ جی وہ کھاتے پیتے بھی ہیں بھلا مُردہ کیسے ہوگئے۔ حالانکہ جیسی حیات ہے ویسا رزق ہے یعنی برزخی زندگی اور برزخی رزق۔ اس میں اشکال کی بات نہیں اور یہ رزق صرف شہیدوں کے ساتھ مخصوص نہیں اوروں کے لیے بھی ثابت ہے۔

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا (الحج ۸۵)

اور جنہوں نے ہجرت کی پھر شہید ہوگئے یا وفات پا گئے اللہ تعالیٰ انہیں بہتر رزق عطا فرمائے گا۔

جناب احمد رضا خاں صاحب نے حد کر دی ہے انہوں نے انبیاء کرام کے لیے نہ صرف دنیوی زندگی بلکہ قبروں میں شب باشی بھی ثابت فرمائی ہے (ملفوظات ۲۷۶)

بڑے لوگوں کو زندہ نہیں کہا حالانکہ عالمِ ارواح میں وہ بھی زندہ ہیں کیونکہ ان کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔

بریلوی دوست حیاتِ برزخی کے قائل ہیں پھر نہ جانے یہ اہل اللہ کو دنیا میں کیوں گھسیٹ لاتے ہیں۔ برزخ کہتے ہی پردہ کو ہیں۔ وہ کیسا پردہ ہے جو سدا چاک رہتا ہے۔

وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (مومنون ۱۰۰)

قیامت تک ان کے وَرے پردہ حائل ہے۔

زندہ درگور سمجھ میں نہیں آتا جب کوئی مرتا ہے تو موت کے سارے احکام بالتفصیل اس پر مرتب ہوتے ہیں۔ اور موت کا ہر تقاضا پورا ہوتا ہے۔ پھر اصرار کیا جائے کہ نہیں، اسے دنیوی حیات حاصل ہے تو گستاخی معاف! کیا پھر اسے زندہ درگور کر دیا جاتا ہے۔

محفوظ لاشیں پرانی قبر سے کوئی صحیح سالم لاش نظر آجائے تو بڑے خوش ہوتے ہیں کہ شائد اس سے ان کے مسلک کو تقویت پہنچی حالانکہ ایک لاش کو جو نہ جانے کس وجہ سے ابھی تک نہ پھٹ سکی اور جو دوبارہ دفن کیے جانے کے قابل ہے دنیا سے کیا تعلق ؟

بسا اوقات غیر مسلموں کی لاشیں بھی زمین سے صحیح سلامت نکلی ہیں۔

ہزاروں سال بیت گئے فراعنۂ مصر اور دیگر بادشاہوں کی لاشیں ابھی تک مصر کے عجائب خانہ میں محفوظ ہیں تو کیا وہ زندہ ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کبھی کسی نے زندہ لاش دیکھی ہے؟ ان کا اعجاز بھی وقتی ہوتا تھا اور پھر لاش اپنی اصلی حالت پر آجاتی تھی۔ ٹھیک جیسے موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدھا بن کر دوبارہ صورتِ اصلی پر لوٹ آتا تھا۔ یا جیسے بنی اسرائیل کے مقتول نے ایک گائے کے گوشت کا ٹکڑا لگنے سے اپنے قاتل کی اطلاع دے کر چپ سادھ لی تھی۔

انبیائے کرام کے متعلق آتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ)

اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا۔
یہ تین سندوں سے مروی ہے جو سب مجروح ہیں۔ بالفرض محفوظ
ہوں تو بھی حیاتِ دنیوی سے کوئی علاقہ نہیں۔
ابن ماجہ کی ایک روایت میں جو ابو درداءؓ سے مروی ہے ان الفاظ
کے آگے یہ ذکر ہے فنبی اللہ حی یرزق (کتاب الجنائز) پس اللہ
کے نبیؐ زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں۔
علامہ سخاویؒ نے القول البدیع میں اور علامہ سندھیؒ حنفی نے
تعلیق علی ابن ماجہ میں اس کی سند کو منقطع قرار دیا ہے۔ نیز ابن ماجہ
میں ہی جو روایت اوس بن اوس سے مروی ہے اس میں اس زیادتی
کا ذکر نہیں اس ادراج کو احمد رضا خان صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔
(حاشیہ حیات الموات ص۱۷۸ بحوالہ حیات النبیؐ ص۶۰ از شیخ الحدیث
مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ)
ایک روایت یوں ہے:
اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ (رسالہ بیہقی)
انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اس کی سند
میں حسن بن قتیبہ خزاعی راوی پر بہتوں کی تنقید ہے۔

حافظ ذہبیؒ نے اس روایت کو منکر بتلایا ہے (میزان الاعتدال
ج ۱ ص۲۶۰) حافظ ابن حجرؒ نے (لسان المیزان ج ۲ ص۲۴۶) میں اور
خطیب بغدادیؒ نے "تاریخ بغداد ج ۷ ص۲۰۵" میں بھی اس پر جرح
فرمائی ہے۔

نیز اس سے جسمانی زندگی مراد لی جائے تو بداہت کے خلاف ہے اور اگر برزخ پر محمول کیا جائے تو جہاں رزق کھایا جا سکتا ہے وہاں نماز بھی پڑھی جا سکتی ہے ہمارا تو ایمان ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات بیت المقدس میں کل نبیوں کو نماز پڑھائی تھی۔ حالانکہ مسجد اقصیٰ قبر نہیں۔ لازماً روحانی سلسلہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ بلکہ آنحضورؐ نے معراج میں مختلف نبیوں کو مختلف حالتوں میں دیکھا۔ بلکہ آپؐ نے اہل جنت اور اہلِ دوزخ کو بھی دیکھا جو ابھی جنت یا دوزخ میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ دجال کو بھی دیکھا جو ابھی شاید پیدا بھی نہیں ہوا۔ تو کیا ان سب کی حیاتِ دنیوی مانی جائے گی یہ برزخ کی روحانی و مثالی شکلیں ہیں۔

پیدائش سے بھی قبل زندگی

بلکہ ایک وقت تھا جب اللہ تعالےٰ نے تمام انسانوں کو ان کی دنیوی پیدائش سے قبل اپنی توحید سے آگاہ فرمایا تھا۔

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ (اعراف ۱۷۲)

اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی اولاد کو نکالا اور انھیں گواہ بنا کر پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ؟ سب نے کہا ہاں، ہم نے گواہی دی۔ تاکہ روزِ قیامت تم یہ نہ کہو ہم اس (توحید) سے بے خبر تھے۔

یہ عالمِ ارواح کی بات ہے اللہ تعالیٰ کیا نہیں کر سکتا۔ پر افسوس اہل دنیا نے قیامت سے پہلے ہی درسِ توحید یا اقرارِ توحید کو فراموش کر دیا ہے۔

مسئلہ حیات النبیؐ

حیات النبیؐ والے ایک یہ دلیل دیا کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا :-

مَا مِنْ اَحَدٍ یُّسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ (عن ابی ھریرۃ ابوداؤد)

مجھے کوئی سلام کہے تو اُسے سلام کا جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ میری رُوح مجھ میں لوٹائے گا۔

اس حدیث کو بعض علماء نے صحیح کہا ہے مگر علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ اس میں نظر ہے۔ ہمارے استاذ (حافظ ابن حجرؒ) نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ حالانکہ اس کی سند میں یزید بن عبداللہ بن قسیط حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرنے میں متفرد ہے اور یہ چیز یقین کے ساتھ اس حدیث کو صحیح کہنے میں مانع ہے اس لیے کہ یہ راوی متکلم فیہ ہے۔ امام مالکؒ نے بھی اس میں توقف فرمایا ہے۔ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں معلوم ہوتا ہے یزیدؒ نے ابو ہریرہؓ کو نہیں پایا اور یزید بن عبداللہ ضعیف ہے۔ اور ابو ہریرہؓ سے اس کے سماع میں نظر ہے۔ (القول البدیع ص ۱۵۵)

امام احمد بن حنبلؒ سے اسی یزید بن عبداللہ بن قسیط اور ابن حرملہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا میں ان کے قریب بھی نہیں جاتا۔ (کتاب العلل و معرفۃ الرجال ج ۱ ص ۳۷۶ نمبر ۲۴۹۳)

علاوہ ازیں یہ حدیث قائلین حیات النبیؐ کے مدعا کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے آگے پیچھے آپؐ بغیر رُوح کے ہوتے ہیں۔ فافہم

ہاں اسے رُوحانی توجہ پر محمول کیا جا سکتا ہے جو براہِ راست یا دنیوی نہیں بلکہ برزخی ہے اور بذریعہ ملائکہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ (عن ابن مسعود نسائی)

زمین میں چلنے پھرنے والے خدا کے فرشتے میری اُمت کا سلام مجھے پہنچائیں گے۔

گو یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ اس میں سفیان ثوریؒ مدلس ہیں جو عنعنہ سے روایت کرتے ہیں۔ نیز اس میں ایک راوی زاذان بھی مختلف فیہ ہے ابن حبانؒ نے اسے کثیر الخطاء قرار دیا ہے۔

نیز عام آدمیوں کے متعلق بھی آتا ہے:۔

مَا مِنْ رَجُلٍ یَمُرُّ بِقَبْرِ الرَّجُلِ کَانَ یَعْرِفُہٗ فِی الدُّنْیَا فَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ رُوْحَہٗ حَتّٰی یَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ (ابن عبد البر)

جو شخص کسی شناسا کی قبر پر سلام کہے تو وعلیکم السلام کہنے کے لیے اللہ تعالیٰ صاحب قبر پر اُس کی رُوح کو لوٹاتا ہے۔ ویسے ہے یہ بھی ضعیف اور ناقابل استدلال۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ

بعض لوگ تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کے الفاظ سے

مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں ۔ حالانکہ یہ وہ سلام ہے جو معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیش فرمایا ۔ (معجم اوسط الطبرانی)

اور حضورؐ نے اسے نماز میں رکھ دیا جو علیٰ حالہٖ قائم ہے اس کی حیثیت روایت و حکایت کی سی ہو گئی ۔ اس سے غلط استدلال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ عظیم صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو احناف کو دیگر صحابہ کرام کی بہ نسبت مسائل میں کچھ زیادہ ہی عزیز ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم نے السلام علی النبی کہنا شروع کر دیا تھا (بخاری ص ۹۲۶)

معلوم ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حاضر ناظر یا حیات النبیؐ کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے ۔

السلام علیکم یا اھل القبور کا خطاب بھی یا تو سامنے قبر دل کی وجہ سے ہے یا ذہن میں اموات کی یاد اور ان کا تصور آجانے کے باعث ہے ورنہ یہ کوئی سماع موتیٰ کے لیے دلیل نہیں ۔ امام طحطاویؒ فرماتے ہیں ان المیت لا یخاطب بالسلام لانہ لیس اھلا للخطاب ..... المقصود منہ الدعاء لا الخطاب (شرح مراقی الفلاح ص ۳۳۱) یعنی اہل قبور کو سلام کہتے وقت میت مخاطب نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو خطاب کی اہل ہی نہیں ۔ اس سے مقصود صرف دعا ہے نہ کہ خطاب ۔

اگر صرف خطاب کرنے سے زندگی اور سماع ثابت ہونے لگے ۔ تو پھر بہت کچھ زندہ ماننا پڑے گا ۔

جو پتھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے بھاگا تھا اور آپ اس کے تعاقب میں ثوبی یا حجر ثوبی یا حجر (اے پتھر میرے کپڑے

اے پتھر میرے کپڑے) کہتے ہوئے دوڑے تھے (صحیحین) تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ پتھر سُنتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے حجر اسود سے کہا اگر میں نے تجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چُومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چُومتا (بخاری مسلم)

تو کیا وہ سُن رہا تھا اور اب بھی سُنتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زخمی انگلی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

ھل انت الا اصبع دمیت ۔ و فی سبیل اللہ ما لقیت تو فقط ایک انگلی ہے جو خون آلود ہو گئی ہے۔ اور یہ تکلیف تجھے اللہ کی راہ پہنچی ہے۔

تو کیا انسانی اعضاء سُنتے ہیں۔

ادباء اور شعراء کے کلام میں اس قسم کی بکثرت مثالیں موجود ہیں کبھی وہ پہاڑوں کو خطاب کرتے ہیں کبھی سُورج کو کبھی چاند کو کبھی وطن کو کبھی پھُولوں کو کبھی آباء و اجداد کو کبھی بھولے بسرے دوستوں کو اور کبھی گزرے ہوئے ایام کو۔ ظاہر ہے کہ ان میں سماع مراد نہیں ہوتا۔

حیات النبیؐ کے قائل اہل دیوبند پر مجھے تعجب ہے کہ یہ بھی السلام علیکم یا اھل المقبور سے سماع موتیٰ پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ادراک وشعور اور فہم وسماع میں مُردے اور زندہ برابر ہیں۔ حالانکہ اگر خطاب ہی سے سماع ثابت ہوتا ہے تو تشہد میں پڑھے جانے والے الفاظ السلام علیک ایھا النبی سے بھی ان کے نزدیک سماع ثابت ہونا چاہیے۔ مگر کہتے ہیں میّت دُور سے

نہیں نزدیک سے سُنتی ہے۔

تلقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ (عن ابی ہریرہ مسلم ج ۱ صنٛ۳۰۰)
اپنے مرنے والوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کیا کرو۔

قائلین حیات (مع اہل دیوبند) یہ فرماتے ہیں کہ یہ تلقین اسی وجہ سے ہے کہ میت قبر میں سنتی ہے۔ ورنہ یہ کاروائی بے کار ہے۔ حالانکہ یہاں قبر کے مُردے مراد نہیں بلکہ بقول شارح مسلم علامہ نوویؒ موتاکم سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی موت نزدیک ہو۔ خود حنفیہ کی کتاب ہدایہ میں بھی لکھا ہے المراد الذی قرب من الموت (کتاب الجنائز) یعنی وہ لوگ جو قریب المرگ ہوں۔

اب اگر یہ مقلدین خود اپنی فقہ سے بھی بغاوت کرنے لگیں تو پھر ان کا کیا علاج ہے۔

محمد رسول اللہ آج کل اس استدلال کا بڑا چرچا ہے فرماتے ہیں محمد رسول اللہ کا معنی ہے محمد اللہ کے رسول ہیں۔
لہٰذا ثابت ہو گیا کہ آپؐ زندہ ہیں۔ نعرہ رسالت یا رسول اللہ۔

گذارش ہے کہ اگر ہیں سے زندگی ثابت ہوتی ہے تو پھر اس قانون کے مطابق تھا یا تھے سے موت بھی ثابت ہونی چاہیے۔ ان کے نزدیک نہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء کرام زندہ ہیں۔ مگر قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے کان صدیقا نبیا۔ وہ سچے نبی تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے کان مخلصا وکان رسولا نبیا۔ وہ مخلص تھے اور پیغمبر نبی تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے کان صادق الوعد و کان رسولا نبیا و کان یأمر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیا۔ وہ سچے وعدہ والے تھے اور پیغمبر نبی تھے۔ اور اپنے اہل خانہ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھے۔

اور حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کان صدیقا نبیا۔ وہ سچے نبی تھے (مریم)

جناب احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ کنزالایمان میں بھی ان سب مقامات پر لفظ "تھا" ہی استعمال ہوا ہے۔ اصل بات یہ ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے تو اس وقت آپؐ حیات تھے۔ اس لیے آپؐ کے لیے زمانہ حال کے صیغے استعمال ہوئے۔ گذشتہ انبیاء کرام چونکہ فوت ہو چکے تھے اس لیے ان کے لیے ماضی کے صیغے استعمال کیے گئے۔ نیز بات یہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ کی حیثیت سے بے شک آپؐ وفات پا چکے ہیں لیکن محمد رسول اللہ کی حیثیت سے زندہ ہیں۔ یعنی آپؐ کی رسالت تا قیامت قائم ہے۔ محمد رسول اللہ کے الفاظ قرآن مجید میں بھی ہیں۔ اگر ان سے آپ کی جسمانی اور دنیوی حیات مراد لی جائے صرف اس لیے کہ ترجمہ میں "ہیں" کا لفظ آیا ہے تو اگلے الفاظ یہ ہیں والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (الفتح ۲۹)

اور وہ لوگ جو آپؐ کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں۔

یہاں بھی ہیں کا لفظ باقاعدہ موجود ہے تو کیا تمام صحابہ کرام کی بھی حیات جسمانی مانی جائے گی۔

لفظ ہیں سے مغالطہ میں نہیں پڑنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ آپؐ کا تذکرہ لفظ کان (تھے) سے ہی کرتے تھے۔ مثلاً چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضاء بالمد (عن انس۔ بخاری مسلم)

آپؐ ایک مد (پیمانہ) پانی سے وضو فرما لیتے تھے۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأُ فی الفجر یوم الجمعۃ بالم تنزیل فی الرکعۃ الاولیٰ و فی الثانیۃ ھل اتیٰ علی الانسان (عن ابی ھریرۃ بخاری مسلم) آپؐ جمعہ کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں سورہ سجدہ اور دوسری رکعت میں سورہ دھر تلاوت فرماتے تھے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا کبر للرکوع و اذا رفع رأسہ من الرکوع رفعھما کذلک وقال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد وکان لایفعل ذلک فی السجود (عن ابن عمر۔ بخاری مسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کے لیے تکبیر کہتے وقت کندھوں تک رفع یدین فرماتے تھے اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو بھی اسی طرح رفع یدین فرماتے اور یہ دُعا پڑھتے سمع اللہ الخ اور آپؐ سجدہ کرتے وقت رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یسرد الحدیث کسردکم کان یحدث حدیثا لو عدہ العاد لاحصاہ (عن عائشہ۔ بخاری مسلم) آپؐ لگاتار گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ آپؐ اس طرح کلام فرماتے تھے کہ کوئی گننے والا اسے گن بھی سکتا تھا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخصف نعلہ و یخیط ثوبہ ویعمل فی بیتہ کما یعمل احدکم فی بیتہ قالت کان لبشرا من

البشر یفلی ثوبہ ویحلب شاتہ ویخدم نفسہ (عن عائشہ ترمذی)
آپؐ اپنا جوتا مرمت فرما لیتے تھے اپنا کپڑا سی لیتے تھے اور تمہاری طرح اپنے گھر کا کام کر لیتے تھے۔ آپؐ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ آپؐ اپنے کپڑے کی جوئیں دیکھ لیتے تھے اپنی بکری کا دُودھ دوھ لیتے تھے اور اپنی خدمت آپ کر لیتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔
اسی قسم کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔

مقتولین بدر

حیرت ہے کہ حیاتِ اولیاء ثابت کرتے وقت لوگ جنگِ بدر میں مرنے والے کافروں کے سماع سے بھی استدلال کرنے سے نہیں چُوکتے کیونکہ ان کے متعلق آنحضورؐ نے فرمایا تھا:۔
مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ (عن ابی طلحہ۔ بخاری ص۵۶۶)
میری بات تم ان سے زیادہ نہیں سُنتے ہو۔
مُردوں کی زندگی کے ثبوت میں جو لوگ ایسی مُردہ باتیں کرتے ہیں مجھے تو خود اُن کی اپنی زندگی میں شُبہ ہو گیا ہے۔
کم حیی قوم و ھُمْ فِی النَّاسِ اموات۔ کئی لوگ جیتے جی مر گئے ہیں۔ یہی زندگی ہے تو سب زندہ ہیں۔ پھر شہیدوں، ولیوں اور نبیوں کی اس میں کیا تخصیص ہے بالفرض یہ سُننا دنیوی سماع پر محمول ہو تو یقیناً معجزہ تھا آنحضرتؐ کے معجزے تو درختوں اور پتھروں کے ساتھ بھی رہے ہیں اور معجزے مستثنیٰ ہوتے ہیں وہ ہر کس و ناکس کے لیے مثال نہیں بنا کرتے۔

اس روایت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ قلیب بدر فقال ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا ثم قال انھم الان یسمعون ما اقول لھم فذکر ذلک لعائشۃ فقالت انما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھم الان

ليعلمون ان الذی کنت اقول لهم هو الحق ثم قرأت انك لاتسمع الموتیٰ حتیٰ قرأت الاٰية (بخاری ص۵٦٧)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں پر کھڑے ہو کر فرمایا تمہارے رب نے تم سے جو سچا وعدہ کیا تھا کیا تم نے وہ پا لیا ؟ پھر فرمایا اَب (یعنی اس وقت) یہ میری بات سُن رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ کے سامنے اس واقعہ کا تذکرہ کیا گیا تو فرمانے لگیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اب وہ جانتے ہیں کہ میں انہیں سچ کہتا تھا پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی بے شک تو مردوں کو نہیں سنا سکتا الخ

قائلین حیات سے گذارش ہے آیا واقعی ان کا یہ عقیدہ ہے کہ مردے سنتے ہیں پھر تو ان کے نزدیک مقتولین بدر اب بھی سنتے ہوں گے۔ عتبہ، شیبہ، امیہ، ابوجہل وغیرہ سب سُنتے ہوں گے۔ فراعنہ مصر کی لاشیں بھی سُنتی ہوں گی۔ ہسپتالوں میں پڑے ہوئے انسانی ڈھانچے بھی سُنتے ہوں گے۔ اگر یہ لوگ سچ مچ یہی عقیدہ رکھتے ہیں تو پھر بندہ ان کی زندگی کے بارے میں شُبہ کرنے میں حق بجانب ہے۔

ایک بات کا رہ رہ کر خیال آتا ہے جب ہم احناف سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی الحیی القیوم ہے اس لیے مدد کے لیے اسی کو پکارا کرو تو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی زندہ ہیں ان کو بھی پکارنا چاہیے۔ اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لیے پیغمبر ہیں اور آپ کی رسالت مادامت السموات والارض قائم ہے تو کہتے ہیں امام ابوحنیفہ صاحبؒ کی تقلید کرنی چاہیے یعنی اگر توحید اور شرک کی بات ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کر دیتے ہیں اور اگر اطاعتِ رسولؐ اور تقلید ائمہ کا مسئلہ ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت کر دیتے ہیں۔ جو چاہے آپ کا حُسن کرشمہ ساز کرے۔

صرف سُننا ہی یا کچھ اور بھی

میں ایک بات پوچھتا ہوں حیاتِ دنیوی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ کوئی سُن لے کیا زندگی کے اور کوئی لوازم و تقاضے نہیں ہوتے یا ہم نے یہ بات آسان سمجھ رکھی ہے کہ اتنا کہہ دیا جائے وہ سُنتے ہیں اور بس کیونکہ اس کے لیے کوئی عملی ثبوت مہیا نہیں کرنا پڑتا۔ آخر جو لوگ سُنتے ہیں وہ بولتے بھی ہیں۔ کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں۔ امام الموحدین حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں کی خبر لینے لگے تو یہ نہیں فرمایا بتو! تم سُنتے کیوں نہیں بلکہ فرمایا:۔

اَلَا تَاْكُلُوْنَ مَالَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۔ (الصّٰفّٰت ۹۱ و ۹۲)

تم کھاتے کیوں نہیں تم بولتے کیوں نہیں اور "جرم بُت شکنی" کے بعد قوم سے کہا۔

فَاسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (الانبیاء ۶۴)

ان سے پوچھ لو اگر بولتے ہیں۔

اور حکمت عملی کے ذریعے قوم کی زبان سے بھی کہلوا دیا۔

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَاۤءِ يَنْطِقُوْنَ (الانبیاء ۶۵)

تجھے خوب معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں۔

علیٰ ہذا القیاس جو اولیائے کرام ہماری سُنتے ہیں کیا وہ ہم سے بولتے اور ہمارا کھانا بھی کھاتے ہیں؟ وہ جن سے بولتے اور جن کا کھاتے ہیں ان کی سُن بھی لیتے ہوں گے۔ لیکن اس نکتہ توحید کو سمجھنے کے لیے توفیق ایزدی کی ضرورت ہوتی ہے۔

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ ۔

اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کریں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے

ہیں۔

اور یہ ابراہیم علیہ السلام کو بدرجہ اتم عطا ہوئی تھی۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ (الانبیاء ۵۱)

اور ہم نے قبل ازیں ابراہیم علیہ السلام کو اُن کی ہدایت بخشی اور ہم انہیں خوب جانتے تھے۔

قبروں والے نہیں سُنتے

اوّل تو یہ دعویٰ بھی کہ وہ سُنتے ہیں سراسر بے حقیقت اور سراب ہے۔ قیامت کے روز جن بزرگوں کی پرستش کی گئی ہو گی۔ اظہارِ بیزاری کرتے ہوئے مشرکوں سے کہیں گے۔

اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ (یونس)

ہمیں تمہاری عبادت کا پتہ ہی نہیں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (احقاف)

اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انہیں پکارے جو قیامت تک اُسے جواب نہ دیں اور وہ اُن کی پکار سے بے خبر ہیں عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں عرض کریں گے۔

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔

(مائدہ ۱۱۷)

اور میں ان پر مطلع رہا جب تک میں ان میں موجود رہا پس جب تُو نے مجھے واپس بُلا لیا تو تُو ان پر مطلع رہا اور تجھے ہر چیز کی خبر ہے۔ فرمایا:-

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ (روم ۵۲)

بے شک آپؐ نہ مُردوں کو سُنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو سُنا سکتے ہیں آواز۔

فرمایا وما یستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور (فاطر ۱۹ تا ۲۲)

اور نہیں برابر اندھا اور بینا اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی اور نہ سایہ اور نہ دھوپ اور نہیں برابر زندے اور نہ مُردے ۔ بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہے سُنا دے اور آپؐ اہل قبور کو نہیں سُنا سکتے ۔

ان آیات کے متعلق مُردہ پرست لوگ کہا کرتے ہیں یہ کافروں کے بارے میں ہیں ۔ مُردوں کا ذکر بطورِ مثال وتشبیہ ہے ۔ یہ انہوں نے ٹھیک کہا ہے جیسے فرمایا:

اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (قصص ۵۶)

آپؐ جن کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے اور لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت دے دے تاہم دلیل اپنی جگہ پر قائم ہے کیونکہ اگر مُردے سُننے لگیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا اللہ تعالیٰ کی مثال غلط ہوگئی ۔ نعوذ باللہ حالانکہ مشبہ بہ میں مشبہ سے بڑھ کر وجہ تشبیہ پائی جانی چاہیے ۔ بلکہ پہلی آیات محکمات پڑھ لینے کے بعد اس قسم کے استدلال کی یعنی چور دروازے سے نکلنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی ۔

ذرا غور فرمائیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ہیں زندوں کو نہیں سُنا اور منوا سکتے اور ہمارے یہ

کرم فرما مُردوں کو سُنانے اور منوانے چلے ہیں۔
میرے بھائی مردوں کو بعد میں سُنا لینا۔ آیات مذکورہ بالا کے حوالے سے میں کہتا ہوں کہ پہلے بہروں کو تو سُنا لو اندھوں کو تو دکھلا لو روشنی اور تاریکی اور دھوپ اور چھاؤں کا فرق تو مٹا لو۔ آخر یہ باتیں بھی تو کافروں اور مسلمانوں کے درمیان فرق تبلانے کے لیے بطور تمثیل ہی بیان ہوئی ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ ہیں اپنی جگہ حقیقت ہی۔

قانونِ قُدرت کی تکمیل

جب اللہ تعالیٰ کے نیک بندے فوت ہوتے ہیں تو انہیں حسب معمول کفنایا دفنایا جاتا ہے تو کچھ "نیک بندے" کہتے ہیں یہ ہیں زندہ ہی۔ رہی ان کی تدفین تو یہ صرف قانونِ قدرت کی تکمیل و تعمیل ہے کیونکہ فرمایا:۔
مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ (طٰہٰ ۵۵)
اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے۔ یہ قول دلچسپ ہے۔ گستاخی نہ سمجھی جائے تو ان کے قائلین سے عرض ہے پھر آپ کو بھی نہ زندہ دفن کر کے جلدی سے قانونِ قدرت کی تکمیل کر دی جائے۔ یہ کیا تک ہے اور کہاں کا انصاف ہے کہ اولیائے کرام تو زیر زمین دفن ہوں اور آپ زمین کے اُوپر چلتے پھرتے نظر آئیں اتنی جرأت؟ اتنی بے ادبی؟ مقام حیرت ہے وہ بھی زندہ اور آپ بھی زندہ۔ وہ قبر میں مقید اور منوں مٹی کے نیچے اور آپ سجادہ نشینی کے مزے لوٹ رہے ہوں۔ جان قبض ہو جانے کے بعد ہی تدفین عمل میں آتی ہے۔ آخر اس میں راز کیا ہے؟
اگر اولیائے کرام سچ مچ زندہ ہیں تو میں سمجھتا ہوں انہیں حبس بے جا

یں رکھنے کے جرم میں ان مجاوروں پر مقدمہ چلنا چاہیے۔

ایک آن کے لیے موت

مولانا نانوتوی مرحوم کے برعکس شکر ہے احمد رضا خانصاحب نے انبیائے کرام کے لیے موت مان لی ہے لیکن تا بجے فرماتے ہیں لَا مَوْتَ لَهُمْ اِلَّا اٰنِیًا تَصْدِیْقًا لِلْوَعْدِ ثُمَّ هُمْ اَحْیَاءٌ اَبَدًا بِحَیَاةٍ حَقِیْقِیَّةٍ دُنْیَاوِیَّةٍ رُوْحَانِیَّةٍ (فتاوی رضویہ ج ۱ صـ۶۱)

صرف ایک آن کے لیے ان پر موت بطور تصدیق وعدہ آتی ہے۔ پھر انہیں ہمیشہ کے لیے حقیقی دنیاوی روحانی اور جسمانی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔

حالانکہ معلوم ہے صحابہ کرام جس طرح زندگی میں نبی علیہ السلام کو اپنے میں موجود پاتے تھے وفات کے بعد سینکڑوں ضرورتیں پڑیں کیا انہوں نے یا بعد میں کسی نے آپ کو اپنے میں موجود پایا۔

حجۃ الوداع

کیا میں دریافت کر سکتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کو حجۃ الوداع کیوں کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ یہ بھی معلوم ہے آپؐ نے حج کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا۔

اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا (صحیحین)

خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا۔

اہلِ بدعت

حوضِ کوثر کے قریب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین میں تبدیلی پیدا کرنے والوں کے متعلق کہا جائے گا۔

اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ۔

تحقیق آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا پیدا کیا۔

حضورؐ فرمائیں گے: سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ (صحیحین)
دوری ہو دوری ہو ان لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین میں تغیر کیا۔

موت کے اشارے یہ بھی سب جانتے ہیں سورہ اذا جاء نصر اللہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر ارشاد فرمایا اور آپ نے تصدیق فرمائی (بخاری)

ایک دفعہ خطبہ میں آپؐ نے ارشاد فرمایا۔
اِنَّ اللّٰہَ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَا عِنْدَہٗ فَاخْتَارَ ذٰلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ قَالَ فَبَكٰی اَبُوْبَكْرٍ فَتَعَجَّبْنَا لِبُكَائِہٖ اِنْ یُّخْبِرَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم عَنْ عَبْدٍ خُیِّرَ فَکَانَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ھوا لمخیر وَکَانَ ابوبکر ھُوَ اَعْلَمَنَا (بخاری)
بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ دنیا میں رہنا ہے یا اُس کے پاس جانا ہے تو اُس بندے نے خدا کے پاس جانے کو ترجیح دی یہ سُن کر ابوبکرؓ رونے لگے۔ ہمیں تعجب ہوا بھلا اس میں رونے کی کیا بات ہے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی بندے کا ذکر کر رہے ہیں جسے یہ اختیار ملا۔ اصل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اختیار ملا تھا اور ابوبکرؓ ہم سب سے زیادہ سوجھ والے تھے۔

حضرت فاطمہؓ سے سرگوشی

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:۔
فَسَارَّنِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ یُقْبَضُ فِیْ وَجْعِہٖ فَبَکَیْتُ ثُمَّ سَارَّنِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنِّیْ اَوَّلُ اَھْلِ بَیْتِہٖ اَتْبَعُہٗ فَضَحِکْتُ (صحیحین)

نبی علیہ السلام نے میرے کان میں سرگوشی فرمائی کہ یہ مرض جان لیوا ہے میں رو پڑی پھر سرگوشی فرمائی کہ اہلبیت میں سب سے پہلے میں آپ سے آملوں گی تو میں ہنس پڑی۔

حضرت ابو بکرؓ

ایک عورت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کام تھا۔
قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللهِ اَرَأَيْتَ اِنْ جِئْتُ وَلَمْ اَجِدْكَ كَاَنَّهَا تُرِيْدُ الْمَوْتَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدِيْنِيْ فَأْتِيْ اَبَا بَكْرٍ (عن جبیر بن مطعم - بخاری)
کہنے لگی میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو پھر؟ عورت کا مطلب یہ تھا کہ آپ فوت ہو چکے ہوں فرمایا اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابو بکرؓ کے پاس آ جانا۔

مناسک حج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لتاخذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذہ - عن جابر - مسلم ج ا ص۴۱۹)
مجھ سے حج کے مسائل سیکھ لو شاید میں اس کے بعد حج نہ کر سکوں۔

دجال سے مقابلہ

دجال کے متعلق حضورؐ نے فرمایا۔
اِنْ يَّخْرُجْ وَاَنَا فِيْكُمْ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ دُوْنَكُمْ وَاِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيْكُمْ فَامْرُءٌ حَجِيْجُ نَفْسِهٖ وَاللهُ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (عن النواس بن سمعان - ترمذی)
اگر وہ میری موجودگی میں نکلا تو میں تمہارے سامنے یا تمہاری بجائے اس سے لڑوں گا - اور اگر میری غیر موجودگی میں نکلا تو ہر آدمی اپنی طرف سے لڑے اور اللہ تعالیٰ میرا خلیفہ ہے ہر مسلمان پر۔
یہ ایک نہ سمجھ آنے والا لطیفہ ہے کہ نعت خواں نبی علیہ السلام کے متعلق

حاضر ناظر کا عقیدہ رکھ کر فراق کے گیت گاتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ (انفال)

تیری موجودگی میں اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہیں کرنے کا جو نبی علیہ السلام کو ہر جگہ موجود سمجھتے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ جمل میں موجود تھے؟ صفین میں موجود تھے؟ کربلا میں موجود تھے؟ اُندلس کے زوال کے وقت موجود تھے؟ سقوط بغداد کے موقع پر موجود تھے؟ بہادر شاہ ظفر کے پاس موجود تھے؟ بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ پر اسرائیلیوں کے قبضہ کے وقت موجود تھے؟ کشمیر کے سودے کے وقت موجود تھے؟ کوئٹہ یا سوات میں زلزلہ آیا تو موجود تھے؟ ۱۹۴۷ء کے قتل و غارت میں موجود تھے؟ سقوط ڈھاکہ کے وقت موجود تھے؟ یا جب کسی مکان کو آگ لگتی ہے یا کہیں ڈاکہ پڑتا ہے یا کسی کی بیٹی اغوا ہوتی ہے یا کسی ماں کا لال قتل ہوتا ہے تو وہاں موجود ہوتے ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر اس موجودگی کا کیا فائدہ؟

حیات بعد الممات

اگر موسیٰ علیہ السلام کو علم ہوتا کہ یہ موت صرف تصدیقاً للوعد ہے تو پھر انہیں فرشتہ کی آنکھ پھوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ حیات بعد الممات کا مطلب اگر قیامت سے پہلے جی اُٹھنا ہے تو پھر عیسائی اگر کہہ دیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہوکر دوبارہ جی اُٹھے یا شیعہ دوست امام غائب کا عقیدہ رکھیں تو ان کا قصور کیا ہے؟

یہ آن والا نظریہ بالکل مہمل اور تکلف محض ہے ایک آن کے لیے موت جائز ہے تو زیادہ دیر کے لیے کیوں باعثِ توہین ہے۔ کیا اُس آن میں اور بعد کی آنات میں کوئی فرق پڑ جاتا ہے۔ اگر فرق ہو تو بتلایئے اور کوئی ایسی دلیل دیجیے جو ادراک و شعور میں آسکے۔ کیونکہ اگر ان کی زندگی حقیقی

دنیاوی روحانی وجسمانی ہے تو پھر جو لوگ دنیا میں رُوح و جسم کے ساتھ حقیقی زندگی گزار رہے ہیں بات ان کی سمجھ میں آنا چاہیے نرا دعویٰ تو کوئی دلیل نہیں ہوتا۔

ہمارے بھائیوں کو احیاء یاد رہ گیا ہے وَلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ (اور لیکن تم نہیں سمجھتے) ان کی بے شعوری کی نذر ہو گیا ہے۔ جو بات سمجھنے کی ہے اُسے سمجھتے نہیں اور جو بات نہیں سمجھنے کی اُس میں دخل در معقولات فرماتے ہیں۔

جادو کی ٹوپی

کیا وجہ ہے کہ انبیائے کرام بلکہ اولیاء بھی دنیا میں رُوح و جسم کے ساتھ حقیقتاً زندہ موجود ہوں حاضر و ناظر ہوں ہر وقت فریاد رسی کے لیے تیار ہوں پھر وہ کسی کو نظر نہ آئیں کسی کو سنائی نہ دیں کسی کو محسوس نہ ہوں۔ انسانی جسم کا مالک ہو کر انسانی نگاہوں سے اوجھل و غائب رہنا عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے کم از کم ہمارا علم تو اس پُر اسرار معرفت یا اس طلسم ہوشربا کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

بچہ بچہ جانتا ہے اس دنیا سے جا کر کبھی کوئی واپس نہیں آیا۔ موت کے بعد جو زندگی ہے وہ غیر شعوری ہے۔

شعوری اور غیر شعوری زندگی میں جو حدِ فاصل ہے کیا اس کی صورت برزخ سے مختلف ہے۔ کیا ہو گیا ہے ہمارے بھائی ایسی بات کیوں نہیں مان لیتے جس پر یقین کیے بغیر چارہ نہ

سرورِ کائنات کا جسمِ اطہر

اگر انبیائے کرام کی رُوحیں اپنے اجسام سے فقط ایک آن کے لیے جُدا ہوتی ہیں تو خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ اطہر دو دن تک پڑا رہا تو کیا اس میں رُوح لوٹ آئی تھی صحابہ کرامؓ نے تو نہ دیکھا لیکن چودھویں

صدی میں جناب احمد رضا خانصاحب نے دیکھ لیا یہ کتنا بڑا "اعزاز" ہے۔ واقعی اعلیٰ حضرت بہت بڑے حضرت تھے۔

اور اگر نبیوں ولیوں اور شہیدوں کو قبروں میں جاکر دنیاوی زندگی حاصل ہو جاتی ہے تو یہ بات عجیب تر ہے کھلی ہوا میں موت طاری رہی اور قبر میں جہاں دم گھٹتا ہے زندہ ہو گئے۔ بالفرض سب حقیقتاً زندہ ہیں تو ان کو قبروں میں محبوس و مقید رکھنے میں کیا مصلحت ہے۔

اہل طب وغیرہ سے پوچھ لو

جسم و بدن کا مسئلہ حقیقت میں ہے ہی طب کا۔ اس پر طب کو بحث کرنے دیجیے حکمائے یونان سے لے کر حکیم اجمل خان مرحوم تک کسی نے کوئی ایسا تجربہ بیان کیا ہو۔ جائیے زمانہ حال کے طبیبوں اور ڈاکٹروں کو فیس دے کر بلا لیجیے شاید وہ نبض پر ہاتھ رکھ کر کوئی مفید مشورہ دے سکیں ورنہ کفن چوروں سے راہ و رسم ہے تو ان سے ہی پوچھ لیجیے۔

وَادْعُوْا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ (البقرہ ۲۳، ۲۴)

اگر سچے ہو تو اللہ کے سوا اپنے گواہوں کو بلا لو۔ پس اگر تم نے نہ کیا اور نہ کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔

قرآنی حل سوائے مغالطہ کے بات کچھ نہیں قرآن مجید نے دیر ہوئی مسئلہ حل کر دیا ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے!

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ ۱۵۴)

اور شہیدوں کو مردہ نہ کہو بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

دوسری جگہ وہ کہتا ہے۔

اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ وَّمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ (النحل ۲۱)

(جن بزرگوں کو خدا کے سوا پکارا جاتا ہے) مُردہ ہیں زندہ نہیں ہیں انہیں یہ بھی پتہ نہیں کب اُٹھائے جائیں گے یعنی ان کے لیے دنیوی موت ہے اور برزخی حیات ہے۔ اس کے سوا خدا کی قسم مسئلہ کا کوئی حل نہیں۔ اس قرآنی حل پر عاجز کا اتنا ہی یقین ہے جتنا کہ خود قرآن پاک پر الحمدللہ عَلٰی ذَالِکَ۔

مسئلہ حیات پر گفتگو دراز ہوگئی اس لیے کہ وسیلہ کی بنیاد اس کو بنا دیا گیا ہے۔ یعنی چونکہ اولیائے کرام وغیرہم زندہ ہیں۔ اور مرتے نہیں۔ اور زندہ کا وسیلہ جائز ہوتا ہے لہٰذا ان کا وسیلہ جائز ہے۔ اور اس لیے بھی کہ ایک خیال جو سراسر جاہلی خیال تھا حیات النبیؐ کا مسئلہ کھڑا کر کے بہت سے علمائے دیوبند نے بھی بریلوی مکتبِ فکر کی ہمنوائی کی ہے۔ اور اس میں اتنی شدت اختیار کی کہ تعجب ہوتا ہے دلائل گھڑ گھڑ کر انہوں نے اُن کی اتنی خدمت کی ہے کہ وہ مالا مال ہو گئے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ دیوبندیوں نے بریلویوں کو سیانا کر دیا ہے۔

علمائے دیوبند ہر جگہ اپنے آپ کو تقویٰ کا مجسمہ ادب کا پیکر اور اعتدال کا نمائندہ ظاہر کرتے رہتے ہیں ذرا ان کے ادب و اعتدال کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

مرکزی جامع مسجد اہلسنت والجماعت (دیوبندی) مین بازار وزیر آباد میں لگے ہوئے ایک بورڈ کی عبارت پڑھیے۔

"حیات النبیؐ مسلک علماء دیوبند اہلسنت والجماعت" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ اطہر میں بجسدہٖ دروحہٖ زندہ ہیں۔ یعنی جیسے آپؐ دنیا میں زندہ تھے ویسے ہی قبر مبارک میں حیات ہیں۔ یہی آپؐ کی

برزخی زندگی ہے۔ آپؐ کے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں ہمارے کان نہیں کہ سنیں۔ اور جو دور سے درود و سلام پڑھے اسے فرشتے آپؐ تک پہنچاتے ہیں۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے۔ خراب عقیدہ والا ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور خارج از اہل سنت و الجماعت ہے۔ حضور پاکؐ کے وسیلے سے دعا مانگنا حدیث پاک سے ثابت ہے۔

(مولانا سرفراز صاحب صفدر وغیرہ)

کاش اس آیت پر غور کر لیا گیا ہوتا۔

اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی (زمر ۴۲)

اللہ تعالیٰ جانیں قبض کر لیتا ہے ان کی موت کے وقت اور انھیں بھی جن کی موت نہیں آتی ان کی نیند کے وقت پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم صادر فرما چکا اور باقی جانوں کو ایک وقت معین تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

اصل مسئلہ

یہ گفتگو یہ تفصیل یہ ساری بحث اپنی جگہ۔ اس سے صرف نظر کر کے بھی دیکھا جائے تو بھی کتاب و سنت اور خیر القرون میں اس بات کا ثبوت نہیں ملتا۔ کہ جو جدا ہو گئے کبھی ان کا وسیلہ پکڑا گیا ہو۔ یعنی مرنے والوں کی

زندگی کیسی ہے اور کیسی نہیں وہ سُنتے ہیں یا نہیں سُنتے ۔ یہ سوال الگ ہے اصل مسئلہ یہ ہے شریعت میں انہیں وسیلہ بنایا گیا ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں ۔

لفظ وسیلہ قرآن مجید میں لفظ وسیلہ دو جگہ استعمال ہوا ہے ۔ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (المائدہ ۳۵)

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اُس کی طرف وسیلہ تلاش کرو ۔

حضرت ابن عباس رضؓ ، مجاہدؒ اور بہت سے مفسرین کی تفسیر کے مطابق اس سے مراد نیک عمل ہے جو ذریعہ قرب و نجات ہو سکے ۔ یہاں سے پیری مُریدی پر استدلال بے کار بات ہے ۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ (بنی اسرائیل ۵۷)

جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے قُرب کی تلاش میں ہیں ۔ اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کان ناس من الجن کانوا یعبدون فاسلموا (بخاری ص ۶۸۵)

یہ جنات تھے جن کی عبادت کی جاتی تھی اور وہ اب اسلام قبول کر چکے تھے ۔

اس جگہ بھی وسیلہ سے مراد قرب بذریعہ اعمال صالحہ ہے کوئی فوت شدہ ولی نہیں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

اذا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ

فَاِنَّھَا مَنْزِلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ لَا تَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَ اَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ ھُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ عَلَیْہِ الشَّفَاعَۃُ۔

(عن عبد اللہ بن عمر بن عاص۔ مسلم)

اذان سنو تو مؤذن کی طرح کلمات دہراؤ پھر مجھ پر درود بھیجو جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اُس پر دس بار رحمت بھیجیں گے پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف ایک بندے کے لائق ہے۔ اور اُمید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔ پس جس نے اللہ تعالٰے سے میرے لیے وسیلہ مانگا میری شفاعت اُس کے لیے جائز ہو گئی۔

دُعائے وسیلہ کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ (عن جابر بخاری)

اے خدا جو مالک ہے اس پوری پکار (اذان) اور نماز قائم رہنے والی کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپؐ کو بھیج مقام محمود میں جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔

اس جگہ وسیلہ کا مطلب حضورؐ نے خود ہی ارشاد فرما دیا ہے۔

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں اس مقام کو اس لیے وسیلہ کا نام ملا کہ یہاں پہنچنے والے کو سب سے زیادہ قربِ الٰہی حاصل ہو گا۔ مسئلہ صاف ہو گیا۔ اگر دوسرا مفہوم لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ حضورؐ کو بھی خدانخواستہ کسی پیر فقیر کی ضرورت ہے۔ معاذ اللہ۔

وسیلے کے حق میں شاہکار استدلال

ہمارے بھائیوں کے پاس فوت شدہ کو وسیلہ پکڑنے کے حق میں شاہکار استدلال قرآن مجید کی یہ آیت ہے :-

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء ۶۴)

اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے بعد اگر وہ آپ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور رسول بھی اُن کے لیے استغفار کرتے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

وہ کہتے ہیں یہ آیت منسوخ یا حضورؐ کی زندگی سے خاص نہیں۔ اب بھی توفیق ہو تو روضہ مبارک پر جا کر یا پھر آپؐ کی ذات کی طرف متوجہ ہو کر استغفار کروانا چاہیے۔ بلکہ مزید وسعت پیدا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ علیٰ ھذا القیاس یہ امر ہر نبی اور ولی کے ساتھ دُرست ہے۔

جواب : یہ دلیل صحابہ کرام کو نہ سُوجھی تابعین کو نہ سوجھی ائمہ کو نہ سوجھی۔ ان کو سوجھ گئی اور اصرار ہے کہ ہم اہلسنت والجماعت ہیں اور مقلد ہیں۔ اس سے ثابت ہوا مقلد اپنے مجتہدوں سے بڑھ کر مجتہد ہو گئے ہیں حالانکہ صاف لفظ موجود ہے۔ جاءوک یعنی آئیں آپ کے پاس اب جب آپ سے ملاقات ہی نہ ہو سکے تو آپ کے پاس آنا کیونکر ہوا۔ کسی کے پاس آنا اور کسی کی قبر پر آنا کیا اس میں فرق ہی نہیں۔ لفظ کا استعمال بتلاتا ہے کہ یہ آنا زندگی اور موجودگی میں ہے جواب نہیں ہے۔ جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعلانِ حج

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (حج)

اے ابراہیم! لوگوں میں حج کا اعلان کرو وہ آپ کے پاس آئیں گے۔ پیادہ اور دُبلی پتلی اونٹنیوں پر جو آئیں گی دُور دراز سے۔

کیا حاجی لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی جاتے ہیں۔ان سے ملاقات ہوتی ہے۔پیدل جاتے ہیں یا دُور دراز سے اونٹنیوں پر سفر کر کے آتے ہیں؟

میرے پاس کچھ نہیں

فرمایا:۔ وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ اِذَا مَا اَتَوْکَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُکُمْ عَلَیْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا یَجِدُوْا مَا یُنْفِقُوْنَ (توبہ ۹۲)

اور نہ اُن لوگوں پر گناہ ہے کہ وہ جس وقت آپ کے پاس آتے ہیں تاکہ آپ انہیں سواری دیں آپ انہیں کہہ دیتے ہیں میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر میں تمہیں سوار کروں تو وہ واپس چلے جاتے ہیں اس حال میں کہ ان کی آنکھوں میں آنسو رواں ہوتے ہیں اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں۔

کیا اب غریب لوگ جہاد کے ارادہ سے نبی علیہ السلام کے پاس سواری مانگنے جاتے ہیں اور آپؐ جواب دیتے ہیں کہ میرے پاس نہیں ہے اور پھر ان پر مذکورہ کیفیت طاری ہوتی ہے؟

قُل یا بلّغ وغیرہ

جن آیتوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے قُل (کہہ دو) یا اور حکم دیے گئے وہ سب کچھ اب

آنحضرت کیوں نہیں کہتے یا کیوں نہیں کرتے ۔ کیا یہ سب کچھ منسوخ ہو چکا ہے؟

شرقوا او غربوا اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا (عن ابی ایوب بخاری)

پائخانہ کو جاؤ تو قبلہ کی طرف آگا پیچھا نہ کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کرو۔

کیا ساری دنیا کے لوگ اس پر اس طرح عمل کریں گے ہمارے لیے تو شمالاً جنوباً حکم ہے جغرافیہ اگر مدینہ منورہ کے محل و قوع سے مختلف ہو تو شرقوا او غربوا کا مفہوم بدل جاتا ہے زندگی اور موت کا فرق تو اس سے بھی زیادہ ہے میرے بھائی۔

سیاق و سباق دُور جانے کی ضرورت نہیں زیر بحث آیت (وَلَوْ انھم اذ ظلموا الآیۃ) سے اگلی آیت پڑھیں

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ (النساء ۶۵)

آپؐ کے رب کی قسم وہ نہیں ایمان لائیں گے جب تک کہ آپ کو حاکم نہ بنالیں جس چیز میں ان کا اختلاف ہو۔ پھر اپنے دلوں میں تنگی نہ محسوس کریں اس سے جو آپ نے فیصلہ کیا اور تسلیم کرلیں۔

صحابہ کرام کی طرح کیا آپ نے بھی کبھی حضورؐ کو حکم بنایا ہے اور حضورؐ نے بنفس نفیس کوئی فیصلہ دیا ہے اور آپؐ نے اس پر سر تسلیم خم کیا ہے اس سے پہلے رکوع میں یوں ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (النساء ۵۹)

اگر کسی امر میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اُسے اللہ اور اُس کے رسولؐ

کی طرف لوٹاؤ۔

کیا اب کبھی آپ اپنے جھگڑے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے ہیں۔ درمیان والی آیت اگر منسوخ نہیں ہوئی تو کیا یہ سیاق وسباق والی آئتیں ہی منسوخ ہوگئی ہیں ... آیات کو منسوخ کرنے کی کیا ضرورت ہے موت خود بخود حیات کو منسوخ کر دیتی ہے۔

اعرابی کا واقعہ

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ الآیۃ کی تائید میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

عتبی کا بیان ہے میں حضورؐ کی قبر کے نزدیک بیٹھا تھا ایک اعرابی آیا اس آیت کا حوالہ دے کر حضورؐ سے طالب شفاعت ہوا اور چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد خواب میں مجھے نبیؐ نے فرمایا جاؤ اعرابی کو خوشخبری دے آؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے ہیں۔

(کتاب ابو منصور صباغ بحوالہ تفسیر ابن کثیر وغیرہ)

یہ فقط ایک حکائیت ہے۔ حدیث کی کتاب کا واقعہ نہیں بلکہ بالکل موضوع ہے۔ اسنادہ ظلمات بعضھا فوق بعض (الصارم المنکی)

اصل بات یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو صدق دل کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آتے تھے۔ چنانچہ اس سے ذرا پہلے یہ آیت ہے واذا قیل لھم تعالوا الیٰ ما انزل اللہ والی الرسول رأیت المنافقین یصدون عنک صدودا (النساء ۶۱)

" اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ کتاب اللہ اور رسول کی طرف تو تو دیکھتا ہے منافقوں کو کہ تجھ سے منہ پھیر لیتے ہیں۔"

ان کے اس اعراض (منہ پھیرنے) کو سورہ منافقون میں یوں واضح کیا گیا ہے۔

واذا قیل لھم تعالوا لیستغفر لکم رسول اللہ لوّوا رؤسھم ورأیتھم

یصدون وھم مستکبرون ۵ اور جب انہیں کہا جاتا ہے آؤ خدا کا رسول تمہارے لیے بخشش طلب کرے تو یہ اپنے سروں کو موڑ لیتے ہیں اور تو انہیں دیکھتا ہے کہ وہ غرور سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

جہاں تک ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کا تعلق ہے تو ان کی شان میں فرمایا:
والذین اذا فعلوا فاحشۃ اوظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللہ (آل عمران ۱۳۵) اور وہ جب کوئی بُرائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو معاف کرنے والا ہے بھی کون؟

اور فرمایا ومن یعمل سوٓءا اویظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفوراً رحیما (النساء ۱۱۰) اور جو کوئی بُرا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا رحم کرنے والا پائے گا۔
ظاہر ہے کہ ان میں جاؤک یعنی آئیں آپ کے پاس کی کوئی شرط نہیں ہے۔
جیسا کہ پہلے ذکر ہوا آنے کی تلقین ان منافقین کو کی گئی تھی جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے میں اعتراض تھا صحابہ کرام کو نہیں کی گئی تھی۔ وہ تو صبح وشام آپ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ لہٰذا منافق وہ نہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو یا آپ کی قبر کو اپنی دعا میں وسیلہ نہیں بناتا بلکہ منافق اور ظالم وہ ہے جو کتاب وسنت کے نزدیک نہیں آتا۔

واقعہ معراج اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے لیے تشریف لے گئے تو پہلے پچاس نمازیں فرض ہوئیں واپسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو بار بار خدا تعالےٰ کے پاس بھیجا تب پچاس کی پانچ رہ گئیں (بخاری مسلم)

اس سے استدلال کیا جاتا ہے دیکھا فوت شدہ بھی زندہ ہیں اور مدد کرتے ہیں۔ لیکن افسوس یہ استدلال نہایت کمزور اور بودا ہے۔ متنازعہ فیہ وسیلہ یہ ہے کہ زندہ فوت شدہ سے کہے میری تیرے آگے اور تیری خدا کے آگے اور یہاں اُلٹ پوزیشن ہے فوت شدہ زندہ سے کہہ رہا ہے کہ میری تیرے آگے اور تیری خدا کے آگے یعنی حضرت موسیٰؑ فرماتے ہیں ارجع الیٰ ربک اے محمدؐ تو جا اپنے رب کے پاس، حضرت موسیٰؑ نے سابقہ تجربہ کی روشنی میں نبی علیہ السلام کو صرف مشورہ دیا ہے۔ وکالت اور سفارش حضورؐ نے خود ہی فرمائی ہے۔ آخری بار جب پانچ رہ گئیں اور حضرت موسیٰؑ نے حضورؐ کو پھر بھیجنا چاہا اور آپؐ نے فرمایا اب مجھے شرم آتی ہے تو حضرت موسیٰؑ نے آخر تک ایک بار بھی نہ کہا اچھا اب میں ہی سفارش کے لیے چلا جاتا ہوں نہ ہی نبی علیہ السلام نے ان سے فرمائش کی۔ نیز سمجھنے کی بات یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر وسیلہ کے لیے تشریف نہیں لے گئے نہ مکہ میں بیٹھ کر اُن کی ذات کی طرف توجہ فرمائی ہے یہ تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس جہاں میں لے گیا اور سیر کرائی آپؐ کو عالمِ ارواح کی یعنی آپ کو وہاں پہنچا دیا جہاں وہ تھے برزخ سے پرے پردہ ہٹا دیا گیا کوئی شئے بیچ میں حائل نہ رہی جہاں آپ کو بہت سے انبیاء اور دیگر نیک وبد متمثل نظر آئے معراج کی رات حضورؐ نے انبیائے کرام سے براہِ راست ملاقات کی ان سے بات چیت ہوئی اُنہوں نے آپؐ کو خوش آمدید کہا۔ وہ ایک جہاں میں اکٹھے ہوئے زندہ اور فوت شدہ کا فرق ہٹ گیا حدِ فاصل قائم نہ رہی ایسے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوئی مشورہ دے دیا تو یہ بعید از عقل نہیں۔

یہ ایک عجیب وغریب واقعہ اور عظیم اعجاز تھا۔ تبھی کافروں نے اس کی تکذیب کی اور فلسفہ سے متاثر کچھ مسلمانوں نے بھی اس کے جسمانی ہونے

سے انکار کیا۔ لیکن ہم نے حضرت صدیق اکبرؓ کے نقش قدم پر چل کر کہہ دیا آمنّا وصدقنا۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے خدا تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔ ان اللہ علیٰ کُلِّ شئٍ قدیر۔

کیا کسی اور کو بھی اس شرف کا دعویٰ ہے۔ وہ معجزہ ہی کیا جسے ہر کس و ناکس کرے مسلمانوں کو تو حدیثِ معراج سے بمصداق الصلوٰۃ معراج المومن (نماز مومن کی معراج ہے) یہ سبق سیکھنا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست تعلق جوڑتے جس کی فرضیت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی طور پر جبرئیلؑ کی وساطت کے بغیر براہِ راست ہوئی ہے لیکن ہمارے ان بھائیوں نے یہ سیکھا کہ فوت شدہ بھی مدد کرتے ہیں اس لیے خداوند تعالیٰ کے حضور جھکنے والی پیشانیوں کو قبروں پر جا کر رگڑو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔

صحیح مسلم میں حدیث آتی ہے مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ (ج ۲ ص۲۶۸ باب فضائل موسیٰ) اسراء کی رات ریت کے سرخ ٹیلے کے قریب میرا موسیٰ علیہ السلام پر سے گزر ہوا وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس سے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر استدلال کیا جاتا ہے حالانکہ یہ واقعہ بھی معراج ہی کا ایک حصّہ تھا۔ جس سے کسی طرح بھی حیات دنیوی پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ یقیناً یہ سب برزخی احوال تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف فرمائے گئے۔

مشرکین بھی اپنے اولیاء کو مُردہ نہیں سمجھتے تھے

بدعتی حضرات کا یہ خیال کہ اولیائے کرام زندہ ہیں اور سُنتے ہیں اس لیے ان کا وسیلہ درست ہے۔ ثقہ بات نہیں نہ یہ کوئی ایسی معقول تاویل ہے جو

فتوی کو نرم کر دے اہل کفر بھی تو اپنے بزرگوں کو زندہ سمجھ کر ہی پکارتے تھے
اُن کے سامنے بزرگوں کے بُت ہوتے تھے دُور ہوتے تو انہیں حاضر ناظر
سمجھ کر پکارتے تھے ان کے سامنے بزرگوں کی قبریں ہوتی ہیں - دوری کی صورت
میں ان کی ذات کی طرف متوجہ ہو لیتے ہیں - نہ بُت حرکت کرتے تھے اور
نہ ہی قبریں حرکت کرتی ہیں دونوں ساکت و صامت صرف کھڑے اور لیٹے
کا فرق ہے - اگر ابو جہل کو علم ہو جاتا کہ توحید اور شرک میں بس اتنا ہی
فرق ہے تو میرا خیال ہے وہ اسلام قبول کرنے میں دیر نہ لگاتا -

یہ روضے

جو قبریں شرک و بدعت کا گڑھ یا گڑھا ہوتی ہیں لوگ ان کو روضے کہتے
ہیں - اور روضہ سمجھتے ہیں اُس عمارت کو جو قبر کے اُوپر بنائی گئی ہوتی ہے - قبر
کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ مروی ہیں رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ
الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ - فرمایا تو جنت کے باغوں میں سے
ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے - یعنی روضہ یا حفرہ
وہ جگہ ہے جہاں فوت شدہ شخصیت ہوتی ہے اُوپر تعمیر شدہ قبے اور محلات
نہیں - نیز نیک لوگوں کی قبریں روضے خود اُن کے لیے ہیں ابرار وغیرہ نتھو
خیرا کے لیے نہیں ہمارے لیے روضے مسجدیں ہیں - فرمایا :-

اذا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا
رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ الْمَسَاجِدُ قِیْلَ وَمَا الرَّتْعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ -

(عن ابی ھریرۃ ترمذی)

بہشت کے روضوں یعنی باغوں سے گزرو تو وہاں کے پھل کھاؤ - پوچھا
گیا یا رسول اللہ بہشت کے باغ کون سے ہیں ؟ فرمایا مسجدیں - سوال ہوا پھل
کھانے سے کیا مراد ہے فرمایا سبحان اللہ الحمدللہ وغیرہ کہنا -

مسجد نبوی ؐ کے ایک حصّہ کو خاص طور پر روضہ ارشاد فرمایا : مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ۔

(عن ابی ھریرۃ - صحیحین)

میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

تجربہ تبلاتا ہے کہ کچی قبریں نہیں پجتیں ہمیشہ پکی قبروں کی پوجا پاٹ ہوئی ہے۔ خاص طور پر وہ جن کے اوپر گنبد وغیرہ بنائے گئے ہوں۔ اسی لیے مروی ہے نھی رسول اللہ ان یجصص القبر و ان یبنی علیہ و ان یقعد علیہ (عن جابر، مسلم ج ۱ ص ۳۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ کرنے اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

حضرت علی رضؓ نے ابو الھیاج اسدی کو فرمایا الا ابعثك علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ (مسلم ج ۱ ص ۳۱۲) کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس کام پر مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ وہ یہ کہ ہر بت کو مٹا دو اور ہر اونچی قبر کو ہموار کر دو۔

امام ابو حنیفہ رحؒ فرماتے ہیں لا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وسفط (فتاویٰ قاضی خان) قبر کو پختہ نہ کیا جائے نہ اس کی لپائی کی جائے نہ اس پر عمارت بنائی جائے نہ اس پر خیمہ لگایا جائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولا یجصص .... ویکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام علیہ ..... او یعلم بعلامۃ من کتابۃ (ج ۱ ص ۱۶۶)

قبر کو پختہ نہ کیا جائے ..... قبر پر عمارت بنانا اس پر بیٹھنا سونا ... یا نشانی کے طور پر اس پر کچھ لکھنا سب مکروہ ہے۔

شاہ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں ان جصص کرہ (غنیۃ الطالبین مترجم ص۴۸۲) قبر کو پختہ کرنا مکروہ ہے۔

احمد رضا خاں صاحب سے کسی نے عرض کیا قبر کو اونچا بنانا کیسا ہے تو ارشاد فرمایا خلاف سنت ہے۔ میرے والد ماجد میری والدہ ماجدہ میرے بھائی کی قبریں ایک بالشت سے اونچی نہ ہوں گی۔ (ملفوظات ص۴۲۸)

ان مستند اور معتبر حوالہ جات کے بعد نہ جانے مسلمانوں میں پکی قبریں بلکہ مندروں کی طرح ان کے اوپر بلند و بالا قبے بنانے کا رجحان کیسے پیدا ہو گیا۔ اسے ہندوانہ تقلید کے سوا اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

جس چیز سے اللہ تعالےٰ کے پیارے پیغمبرؐ نے منع فرمایا ہے حضرت علی مرتضیٰؓ نے منع فرمایا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے منع فرمایا ہے۔ پیران پیرؒ نے منع فرمایا ہے۔ فقہاء نے منع فرمایا ہے۔ بریلویوں کے امام نے منع فرمایا ہے۔ یعنی جس کے منع ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے کیا وہ اس قابل ہے کہ اسے ایک منٹ کے لیے بھی برداشت کیا جائے اسلامی غیرت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان تمام غیر شرعی عمارتوں کو ملیا میٹ کر دیا جائے بلڈوزر پھیر کر ان تمام تجاوزات کا نام و نشان مٹا دیا جائے اور قبروں پر پڑا ہوا یہ ملبے کا بھاری بوجھ اتار دیا جائے۔ صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کچی قبروں کو عزت و احترام کے ساتھ باقی رہنے دیا جائے۔ بلکہ ان پر بھی نظر ثانی ہونی چاہیے فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے ولو بلی المیّت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ و زرعہ والبناء علیہ (ج ۱ ص۱۶۷)

اگر میت پرانی ہو کر مٹی میں تحلیل ہو جائے تو اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا وہاں کھیتی باڑی کرنا اور مکان بنانا سب جائز ہے۔ لہٰذا ان صدیوں پرانی قبروں کو شہری حدود میں آجانے کی وجہ سے اب سرے سے

ختم کر دینا چاہیے۔ فقہ حنفیہ کی رُو سے وہاں رہائشی مکانات بھی بن سکتے ہیں مارکیٹیں بھی تعمیر ہو سکتی ہیں۔

قبروں کو کھود کر دیکھ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ میتیں بالفرض تر و تازہ نکلیں تو انہیں باعزت طریقے سے مسلمانوں کے قبرستان میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔

خود عہد نبویؐ میں شہید اُحد حضرت عبد اللہ بن عمرو انصاریؓ کو کہ جنہیں ان کے ایک شہید ہونے والے دوسرے عزیز عمرو بن جموح انصاریؓ کے ساتھ دفن کیا گیا تھا چھ ماہ بعد ان کے بیٹے حضرت جابرؓ نے نکال کر دوسری قبر میں منتقل کر دیا تھا (بخاری ص۱۸۰)

اور پھر غزوہ اُحد کے چھیالیس سال بعد جب وہ قبریں سیلاب سے متاثر ہو گئیں تو ان دونوں شہیدوں کی میتوں کو وہاں سے دُوسری جگہ منتقل کر دیا گیا (موطا امام مالک ص۱۷۷)

تو جب معمولی ضرورت کے تحت قبریں اُکھاڑ کر شہدائے اُحد کی میتوں کو دوسری جگہ لے جایا جا سکتا ہے تو شرک و بدعت کا قلع قمع کرنے کے لیے ان مزاروں کی حقیقت ہی کیا ہے یہ اولیاء اللہؒ اپنی جگہ کتنے بھی بلند مرتبہ سہی صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر تو نہیں ہیں۔ مجھے یقین ہے احادیث نبویہؐ آثارِ صحابہؓ اور اقوال فقہائے حنفیہ کے مطابق غیر مسلموں کی رلیس میں بنائی گئی مندر نما قبریں کھودنے کے عمل سے پجاریوں کی بہت سی غلط فہمیاں بھی دُور ہو جائیں گی۔

ان مزاروں پر سماع کی محفلیں بھی بہت جمتی ہیں۔ قوالیاں ہوتی ہیں میوزک بجتے ہیں وجد طاری ہوتے ہیں اور دھمالیں پڑتی ہیں۔

میری کھوٹی قسمت کر وکھری   سرکار بری امام بری

حالانکہ امام ملت بریلویہ احمد رضا خاں صاحب سے عرس کے موقع

پر ڈھول، سارنگی کے ساتھ ہونے والی قوالی کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا تو پانچ صفحات پر مشتمل جواب دیا۔ جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں: ایسی قوالی حرام ہے۔ حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسے عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے (احکام شریعت صد ۶۱)

مزاروں پر زیادہ تر عورتوں کی بھیڑ رہتی ہے۔ ایک سیلاب سا آیا ہوتا ہے عجیب و غریب منتیں مانی جاتی ہیں فضول اور بے ہودہ رسمیں ادا کی جاتی ہیں۔ طرح طرح کے چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔ نئی نویلی دلہنوں کو بھی سلام کے لیے لایا جاتا ہے۔ ان کی زیارت کے لیے چھیل چھبیلے بانکے اور جیالے بھی آدھمکتے ہیں۔ عرس کیا ہوتا ہے؟ اچھا خاصا مینا بازار لگا ہوتا ہے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے (ابوداؤد)

احمد رضا خاں صاحب سے کسی نے پوچھا۔ حضور! اجمیر شریف میں خواجہ صاحبؒ کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں تو ارشاد فرمایا غنیہ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحبِ قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں (ملفوظات صد ۲۳۷)

مزارات تو کجا آپ حیران ہوں گے احناف کے نزدیک تو عورتیں مسجدوں میں بھی نہیں آسکتیں (ہدایہ ج ۱ صد ۸۶)

اس ساری گفتگو سے ثابت ہوا کہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک بالاتفاق پکی قبریں بنانا حرام ہے ان پر گنبد بنانا حرام ہے قوالیاں کرنا

حرام ہے وہاں عورتوں کی آمد ورفت حرام ہے تو سوال یہ ہے کہ جو لوگ مذہب کے نام پر ایسا کرتے ہیں یہ اہلسنت کے کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ وسیلہ کی کونسی قسم پر عمل کرتے ہیں۔ بلکہ آیا یہ لوگ اہلسنت بھی ہیں یا کوئی مذہبی تخریب کار؟

آپ کی حیرت میں مزید اضافہ کرنے کے لیے عرض ہے کہ جب سے معقول آمدنی والے مزاروں کو محکمہ اوقاف نے اپنی تحویل میں لیا ہے بریلوی حضرات مسلسل یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ سُنّی اوقاف کو الگ کر دیا جائے۔ اور اس کی آمدنی صرف انہی کے لیے مخصوص کی جائے۔ سوال یہ ہے کہ یہ لوگ کس سنت کی بنا پر مزاروں کو اور ان کی آمدنی کو سُنّی اوقاف سے تعبیر کر کے اپنے قبضہ میں لینا چاہتے ہیں۔ کیا ان کے پاس اس کے لیے کوئی دلیل ہے قرآن مجید سے یا حدیث شریف سے یا ائمہ اربعہ کی فقہ سے؟

ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین۔

میرا خیال ہے انہیں وہ دن یاد آتے ہیں جب ان خانقاہوں میں جوا ہوتا تھا۔ رنڈی بازی ہوتی تھی نشے کا کاروبار ہوتا تھا اور یہ بڑے بڑے مزار فواحش و منکرات کے خفیہ اڈے بنے ہوئے تھے اور مال کی کسی طرح نھرط محسوس نہیں ہوتی تھی۔

ہمیں مزاروں کی آمدنی سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ہمارے نزدیک تو ما اھل بہ لغیر اللہ کی یہ ساری کارروائی نجس ہے البتہ ان کے ساتھ ایک سودا کرنے کو جی چاہتا ہے۔ وہ یہ کہ پاکستان کے سارے مزار یہ لے لیں اور ساری مسجدیں ہمارے حوالے کر دیں۔ کیونکہ مسجد اور مزار کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اللہ اللہ خیر سلا۔

نری زندگی نہیں

جنات ذہن نشین رہے وسیلہ کے لیے نرا زندہ ہونا بھی کافی نہیں وسیلہ بقید حیات حاضر اور نظر آنے والا ہونا چاہیئے۔ اہل کفر جنات کو بھی پکارتے تھے حالانکہ وہ زندہ تھے اور ان میں قوت بھی انسانوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔

فرمایا۔ وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا (الجن)

اور بہت سے انسان جنوں کی پناہ لیا کرتے تھے اس طرح انہوں نے جنوں کی بد دماغی میں اضافہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں فرمایا۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا (بنی اسرائیل)

فرما دیجیے پکار لو ان لوگوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو لیکن وہ تمہاری تکلیف دور کرنے اور بدلنے پر قادر نہیں۔

عبد اللہ بن مسعودؓ کی تفسیر کے مطابق اس سے مراد جنّ ہیں جو مسلمان ہو گئے تھے (بخاری)

ملائکہ مشرکین فرشتوں کو بھی پکارتے تھے حالانکہ وہ بھی زندہ ہیں۔ نہ صرف زندہ بلکہ المدبرات بھی متعدد محکمے ان کے سپرد ہیں۔ مگر فرمایا قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ لا یملکون مثقال ذرۃ فی السمٰوات ولا فی الارض وما لھم فیھما من شرک وما لہ منھم من ظھیر (سبا ۔ ۲۲) کہہ دو پکارو ان لوگوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا گمان کرتے ہو۔ وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے اور ان میں ان کا کوئی حصّہ نہیں ہے۔ اور نہ ان میں کوئی خدا کا مددگار ہے۔

جو زندہ ہیں ضروری تو نہیں وہ حاضر بھی ہوں اور عالم الغیب تو سوائے خدا کے ہے ہی کوئی نہیں۔ اس لیے بطورِ وسیلہ پکارنے جاننے کے لحاظ سے میت اور غائب دونوں برابر ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بیت گئے اُن میں تو کوئی بھی زندہ نہیں حتیٰ کہ نہ الیاس ؑ نبی اور نہ حضرت خضر ؑ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام رُوح و جسم کے ساتھ سچ مچ زندہ ہیں۔ مگر اپنے رب کے ہاں جیسا کہ فرمایا بل رفعہ اللہ الیہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اُٹھا لیا۔ اُن کے آثار بھی کبھی نظر نہیں آئے۔ مرنے والے برزخیوں کی تو بات ہی جانے دیجیے۔ لطف یہ کہ وسیلہ کے قائل مسلمانوں نے بھی کبھی انہیں نہیں پکارا۔ حالانکہ وہ بڑے معجزوں والے نبی تھے۔ شاید اس خطرے کے پیشِ نظر کہ کوئی انہیں عیسائی نہ سمجھ لے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی مرتبے میں نبی کے برابر نہیں ہو سکتا جب باوجود زندگی کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وسیلہ نہیں پکڑا جاتا تو جو غیر نبی مر گئے ان کا وسیلہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ ؑ کو وسیلہ پکڑنے سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ تو کیا ولیوں کو وسیلہ پکڑنے میں کوئی خطرہ نہیں؟

نیز اگر انبیائے کرام اور اولیائے عظام حقیقتاً زندہ ہیں تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے کیا معنی؟

ہُدہُد اور سلیمان علیہ السلام بسا اوقات پرندے کو ایک بات کی خبر ہو سکتی ہے جس سے وقت کا جیتا جاگتا پیغمبر بھی ناواقف ہوتا ہے۔ ہُدہُد نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ وَجِئْتُکَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ۔
(النمل ۲۲)

یں نے وہ بات معلوم کی ہے جس کا آپ کو پتہ نہیں اور یں آپ کے پاس قوم سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ملائکہ ایسا بھی ہوتا ہے شئی حاضر ہے لیکن ایک عظیم نبیؑ سے اس کی اصلیت اوجھل رہتی ہے۔

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً (ھود ۷۰)

جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ اس (بھنے ہوئے بچھڑے) کی طرف نہیں بڑھ رہے تو ان سے متوحش اور خوف زدہ ہو گئے۔

واقعہ افک عائشہ صدیقہؓ پر الزام لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نا نزولِ وحی یعنی تقریباً مہینہ بھر کھل کر تردید نہ فرما سکے۔ صحابہ کرام جو اولیائے کرام سے بدرجہا افضل تھے وہ بھی خاموش رہے علم ہوتے ہوئے کیا ان سب کے لیے یہ جائز تھا۔

بیعت الرضوان شہادت عثمانؓ والی غلط افواہ کے نتیجہ میں حدیبیہ میں بیعت الرضوان ہوئی تھی تو کیا یہ تجاہل عارفانہ تھا؟

انشاء اللہ قریش نے یہودیوں سے پوچھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف اور ذوالقرنین وغیرہ کے متعلق سوالات کیے۔ آپ نے فرمایا کل جواب دوں گا۔ لیکن مسلسل پندرہ روز کے انتظار کے بعد جوابات لے کر سورہ کہف نازل ہوئی اور یہ آیت اتری ولا تقولن لشئی انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ (کہف۔ ۲۴) انشاء اللہ کے بغیر کبھی یہ نہ کہو میں اس کام کو کل کروں گا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ صـ۷۲)

مارِ آستین

کچھ منافقوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (التوبہ) آپؐ انہیں نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔

آنحضرتؐ کا حج قران

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے قربانی ساتھ لے گئے تھے۔ اس لیے عام صحابہ کرام کے برعکس آپ کو حج قران کرنا پڑا، فرمایا وَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ اَسُقِ الْهَدْیَ (عن جابر۔ مسلم)

جو بات میں نے بعد میں جانی ہے اگر اس کا پہلے پتہ ہوتا تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا۔

ستر قرّاء کی المناک شہادت غزوۂ اُحد کی شکست غرض بیسیوں واقعات ایسے ہیں جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں صاف مذکور ہے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ (انعام ۵۹)

غیب کی چابیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔

قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰى اِلَیَّ ۔ (انعام ۵۰)

کہہ دیجیے میں تمہیں یہ نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں میں غیب بھی نہیں جانتا اور نہ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف وحی کا پابند ہوں۔

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ (اعراف ۸۸)

اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو میں بہت سے فائدے حاصل کر لیا کرتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

کسرِ نفسی بعض لوگ ان آیتوں کو کسرِ نفسی پر محمول فرما لیتے ہیں۔ کیا عقائد میں کسرِ نفسی جائز ہوتی ہے ؟ کیا کسرِ نفسی کہہ کر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بالواسطہ جھوٹ کا انتساب نہیں ؟ لبفرض محال یہ صورت تب ہوتی اگر یہ آیتیں آنحضرت صلعم نے خود کہی ہوتیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلعم کی زبانِ مبارک سے وحی بھیج کر کہلوائیں یہ کلام اللہ ہے کلام الرسول نہیں حضور صلعم نے خود کو رسول تک فرما دیا ہے ۔ جو ایک انسان کی سب سے بڑی صفت ہوسکتی ہے۔ اس میں کسرِ نفسی نہ فرمائی تو کیا ان صفتوں میں کسرِ نفسی فرمانا تھی ۔

یاد رکھیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر کبھی مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولا۔ یہ صرف خوش اعتقادی نہیں قرآن وحدیث اس پر گواہ ہیں۔

فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ (حاشیہ بر فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۳۳)

کبھی کبھی ہاں اللہ تعالیٰ کسی کو کسی وقت کسی غیب کی بات پر مطلع فرما دے تو اس سے انکار نہیں حضرت یعقوب علیہ السلام ایک دفعہ تو فرماتے ہیں۔

یوسف گم گشتہ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنَ۔ (یوسف ۹۴)

اگر تم مجھے بے وقوف نہ خیال کرو تو مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔

لیکن سالہا سال گزر گئے پتہ نہ چلا ان کا بچھڑا ہوا یوسف کہاں ہے؟ اس غم میں ان کی آنکھیں بھی سفید ہوگئیں۔

یَا سَارِیَ الْجَبَلَ ایک ضعیف روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے دورانِ خطبہ میں اپنے ایک پسپا ہو جانے والے لشکر کو سینکڑوں میل دُور ہدایت جاری فرما دی یَا سَارِیَ الْجَبَلَ اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ یہ سُن کر انھوں نے پینترا بدلا اور شکست فتح میں بدل گئی (عن ابن عمر بیہقی)

اور ایک وہ وقت ہے حضرت عمرؓ اپنے پیچھے قاتل ابو لؤلؤ کو نہ پہچان سکے۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ـــ گہے بر لیشت پائے خود نہ بینم

یعنی اللہ تعالیٰ نبیوں کو بذریعہ وحی یا بزرگوں کو کبھی بذریعہ کشف والہام کچھ معلوم کرا دیں تو یہ مستثنیٰ ہے اسے عام قانون نہیں بنا لینا چاہیے۔

ظلم عظیم یہ وسیلہ بظاہر بے ضرر اور معمولی سا معلوم ہوتا ہے یعنی میت کو خدا سے دُعا کے لیے یا حصولِ قُرب کے لیے کہنا اور پکارنا لیکن کیا قبروں پر صرف یہی ہوتا ہے گو یہ بھی شرک ہے لیکن اتنے پر اکتفا نہیں کیا جاتا۔ وہاں وہ کچھ ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کے سوا جس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کہنے کو ابھی یہ وسیلہ ہی ہے حالانکہ یہ سب ظلم عظیم ہے۔

وسیلہ کی فقہی حیثیت

سوال یہ ہے کہ اہل قبور کا وسیلہ پکڑنا فرض ہے یا واجب ہے یا مستحب ہے یا مباح ہے آخر کیا ہے؟ اسلام میں اس کی حیثیت تو متعین ہونا چاہیے یہ کیسا عقیدہ ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں کوئی وضاحت نہیں۔ حدیث شریف میں کوئی باب نہیں فقہ میں کوئی عنوان نہیں۔ عقائد میں کوئی بحث نہیں۔ اگر یہ لازمی ہے تو ان صحابہ وتابعین کا کیا بنے گا جو نبیوں، شہیدوں اور دیگر صالحین کی قبروں پر درخواستیں اور چڑھاوے

لے کر نہیں گئے۔

ذرائع نشر و اشاعت اور ہماری حکومت

ذرائع نشر و اشاعت کو بھی کچھ حیا اور خدا کا خوف چاہیے یہ ملک میں مذہب کے نام پر ہونے والی بے ہودگیوں کو نہ جانے کس مصلحت سے اتنی شہرت دیدیتے ہیں کہ ایک مخصوص طبقے کی علت اور دماغی خرابی سارے مسلمانوں کی آواز معلوم ہونے لگتی ہے۔ خبر دیکھ کر یا سُن کر یا پڑھ کر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سارا ملک اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے اس سے عام مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے اور ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ بدعات و خرافات کو سب مسلمانوں کی طرف منسوب کر دینا جسے وہ قتل سے بھی بدتر گردانتے ہوں۔ اتہام اور بہتان نہیں تو کیا ہے۔ کسی بے گناہ کو قاتل یا ڈاکو یا زانی وغیرہ کہہ دیا جائے تو کیا وہ لرز نہیں اُٹھے گا۔ جو اختراع کسی گروہ کا منفرد مسلک ہو اُسے اسی کے نام سے شائع کرنا چاہیے اور اس کا کریڈٹ انہیں ہی ملنا چاہیے۔ یہ انہی کو مبارک ہو دوسروں کو اس کی حاجت نہیں۔ خواہ مخواہ جمہور مسلمانوں کو بیچ میں شامل نہیں کر لینا چاہیے۔ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡکُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ (الممتحنه)

ہم تم سے اور ان سب سے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بیزار ہیں۔

بھلا کوئی پوچھے مزاروں کے بناشوں عرس کے چڑھاوُوں تعزیے کے گھوڑوں اور میلاد النبیؐ کے گڈوں کا اسلام سے کیا تعلق ہے۔ اہلسنت کے نزدیک ان واہی تباہی رسموں کی حیثیت ڈرامے، ناٹک اور ہارس اینڈ کیٹل شو سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ نامعقول اور مضحکہ خیز مصنوعات اسلام کو

بدنام کرنے کے لیے مسلمانوں کے بیچ میں داخل کی گئی ہیں۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلام صرف چند رسموں کا نام رہ گیا ہے۔ اصل اسلام پس منظر میں جا رہا ہے۔ بجا ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوشك ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه ولا یبقی من القران الا رسمه (عن علی رض بیہقی) عنقریب ایک زمانہ آئے گا کہ اسلام صرف برائے نام باقی رہ جائے گا اور قرآن بھی صرف رسم (یعنی الفاظ) کی حد تک باقی رہ جائے گا۔

اور فرمایا ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خير من احداث بدعة (احمد) جس قوم میں کوئی بدعت پیدا ہو جائے تو وہاں سے اتنی سنت اٹھ جاتی ہے لہٰذا سنت اختیار کرنا بدعت پیدا کرنے سے بہتر ہے۔

ستم بالائے ستم یہ کہ ہمارے ملک میں جو حکومت بھی برسرِ اقتدار آتی ہے وہ ان بدعات و رسوم ہی کی سرپرستی کو اپنا فریضہ خیال کرتی ہے اور ان کی اصلاح کرنے کو مذہبی معاملات میں مداخلت تصور کرتی ہے۔

یہ عجب طرفہ تماشہ ہے کہ ہمارے ہاں مذہب کو بھی مذہب اور خلافِ مذہب کو بھی مذہب سمجھا جاتا ہے۔ توحید بھی مذہب شرک بھی مذہب سنت بھی مذہب بدعت بھی مذہب۔ جو کچھ قرآن و حدیث سے ثابت ہے وہ بھی مذہب اور جو نہیں ثابت وہ بھی مذہب کچی قبریں بھی مذہب پکی قبریں بھی مذہب بلکہ ان پر بنے ہوئے مہیب قبے بھی مذہب اور ان پر منائے جانے والے عرس بھی مذہب۔ شرافت کے ساتھ عبادت کرنا بھی مذہب گھوڑے اور گدھے نکال کر ہڑبونگ مچانا بھی مذہب اللہ تعالیٰ کو پکارنا بھی مذہب اور مُردوں کو پکارنا بھی مذہب، سنت کے مطابق اذان کہنا

بھی مذہب اور شروع میں یا بیچ میں خود ساختہ کلمات کا اضافہ کر لینا بھی مذہب ۔ مذہب نہ ہوا کھچڑی ہو گئی ۔ اسلام کو عجب تضادات کا مجموعہ بنا کے رکھ دیا گیا ہے ۔ ایسی بھی وسعت ظرفی کیا ہوئی جو بے غیرتی کے مترادف ہو جائے ۔

اصل میں معلوم ہوتا ہے ہر آنے والی حکومت کو ووٹوں کا فکر دامن گیر رہتا ہے ۔ یہ کسی کو ناراض نہیں کرنا چاہتے ۔ جدھر جمہور کا رجحان دیکھتے ہیں ادھر مائل ہو جانا ان کی مجبوری ہوتی ہے ۔ اسلام جائے جہاں سے آیا ہے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

یہ کیسا مذاق ہے کوئی سالانہ تہوار آئے تو مزاروں پر حاضری ۔ کوئی نئی حکومت بنے تو مزاروں پر حاضری ۔ کسی کو وزارت ملے تو مزاروں پر حاضری کوئی مہمان باہر سے آئے تو مزاروں پر حاضری ۔ کوئی تحریک شروع ہو تو مزاروں پر حاضری ۔ کوئی ٹیم غیر ملکی دورے پر روانہ ہو تو مزاروں پر حاضری ۔ جیت کر آئے تو مزاروں پر حاضری ۔ (ہار کر آئے تو نہیں)

فلما اٰتٰھما صالحا جعلا لہ شرکاء فیما اٰتٰھما فتعلی اللہ عما یشرکون (الاعراف ۱۹۰)

پس جب اللہ تعالٰے نے ماں باپ کو تندرست بچہ عطا فرما دیا ۔ تو اُنہوں نے خدا کے دیے میں خدا کے شریک بنا دیے ۔ پس اللہ تعالٰی بلند ہے اس سے جو شریک لاتے ہیں ۔

نعرۂ حق

غالباً پاکستان میں پہلی بار ملک کی کسی مقتدر شخصیت (چیف آف آرمی سٹاف جنرل مرزا اسلم بیگ) کی اہلیہ محترمہ نے مزاروں پر ہونے والے کاروبار کے خلاف آواز بلند کی ہے ۔ قبروں کے وسیلے سے مانگنے کو منافقت اور شرک قرار دیتے ہوئے اُنھوں نے

مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ ڈائرکٹ اللہ تعالیٰ سے مانگا کریں ۔
(روزنامہ جنگ ۲۸ و ۲۹ ستمبر ۱۹۹۰ء)

اللہ تعالیٰ اس خاتون کو جزائے خیر دے انہوں نے فرزندانِ توحید کے دل کی بات کہی ہے اور یہ عین قرآن و سنت کے مطابق ہے ۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس بیان کو سرمایۂ آخرت اور وسیلہ نجات بنادے آمین ۔

یہ بیان چھپنے کی دیر تھی کہ علماء و مشائخ کے حلقوں میں کھلبلی مچ گئی ۔ اس لیے کہ قبروں کا وسیلہ درحقیقت ان کی روزی کا وسیلہ ہے ۔ اپنی روزی میں لات مارنے کی اور اپنی تجارت میں مداخلت کرنے کی کون کسی کو اجازت دیتا ہے ۔ ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ (التوبہ ۳۴)
بے شک بہت سے علماء و مشائخ لوگوں کا باطل طریقے سے مال کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں ۔

اگلے دن اخبارات میں ان کا بیان آگیا کہ بیگم صاحبہ کا اسلام کے بارے میں مطالعہ نہیں ہے ۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اسلامی شعائر کے منافی ہے ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ اگر تم نے کچھ طلب کرنا ہے تو حضورؐ کے وسیلہ سے مانگو ۔ (جنگ ۳۰ ستمبر ۱۹۹۰ء)

کیا میں شرک کے ان سرپرستوں اور بدعات کے ان سائنسدانوں سے پوچھ سکتا ہوں کہ یہ قرآن کی کس آیت کا ترجمہ ہے وہ کون سے اسلامی شعائر ہیں کہ بیگم صاحبہ کا بیان ان کے منافی ہے اور وہ کون سا اسلام ہے جس کے مطالعہ سے مُردہ پرستی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے ۔ وان منھم لفریقا یلون السنتھم بالکتب لتحسبوہ من الکتاب وما ھو من الکتاب ویقولون ھو من عند اللہ وما ھو من عند اللہ ویقولون علی اللہ

الکتٰب وھم یعلمون (آلِ عمران ۷۸) اور اہل کتاب میں سے کچھ لوگ کتاب کو اپنی زبانوں کے ساتھ مروڑ کر پڑھتے ہیں تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے اور وہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

مُردہ زندہ ہوگیا

مُردوں کو وسیلہ پکڑنے میں راغب کرنے والی شئے وہم بھی ہے کٹر قسم کے مُردہ پرستوں کو لبسا اوقات ولی زندہ نظر آنے لگتے ہیں۔ نہ صرف ولی بلکہ نبی حتیٰ کہ خدا بھی۔ وہ سمجھ لیتے ہیں بس مل گیا۔ اور منزل پالی۔ اجی کیا فرمایا؟ چھوڑو جی یہ بتلانے والی باتیں نہیں یہ معرفت کی باتیں ہیں اور طریقت کے مسئلے ہیں یہ آپ کی سمجھ سے بالا اور یقین سے ماوراء ہیں۔ یہ کہہ کر وہ بڑی پرُ اسرار اور نشیلی آنکھوں سے دُور خلاؤں میں گھُورنے لگتے ہیں معرفت اور طریقت خاک ہوتی ہے یا تو دماغ کا کوئی پیچ ڈھیلا ہوتا ہے یا پھر جنّات کی شعبدہ بازی سب کو معلوم ہے فرشتوں اور جنوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف رُوپ دھار لینے کی صلاحیت بخشی ہے۔

فرشتے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے ہاں فرشتے نوجوان لڑکوں کی صورت میں آئے۔

جبریلؑ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جبریل انسانی شکل میں آئے۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم ۱۷) پس جبریلؑ اُن کے لیے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوئے۔

صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ایک دفعہ ایک اجنبی شخص جس کے بال کالے اور لباس سفید تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ کچھ مسائل پوچھے اور

چلا گیا۔ بعد میں حضورؐ نے فرمایا۔ اِنَّہٗ جِبْرِیْلُ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ۔ (عن عمرؓ، مسلم)

یہ جبریلؑ تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھلانے آئے تھے۔

جن اسی طرح جنات ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق آیت ہے وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا (ص ۳۴) اور ہم نے آپ کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا۔

اسرائیلی روایات کے مطابق بعض تفسیروں میں لکھا ہے اس سے مراد جن ہے جو آپ کا ہم شکل بن کر کسی طرح تختِ حکومت پر قابض ہو گیا تھا۔

شیطان شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دفعہ اوپر ایک نورانی تخت سے آواز آئی اے عبدالقادرؒ میں تیرا رب ہوں اور جو دوسروں کے لیے حرام ہے تیرے لیے حلال کرتا ہوں فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ دُور ہو اے دشمنِ خدا۔ یکایک نور پھٹ گیا تاریکی پھیل گئی پھر آواز آئی اے عبدالقادر تو اپنے علم سے بچ گیا ورنہ میں اس شعبدہ سے ستر مشائخ کو گمراہ کر چکا ہوں (نبھی "ولی" بے عمل ہوتے ہیں) سوال ہوا آپ نے کیسے جانا وہ شیطان تھا۔ فرمایا اُس کے حرام کو حلال کرنے سے جب کہ شریعت محمدیہ ناقابلِ تبدیل ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی نگرانی میں زکوٰۃ کا مال تھا ایک شیطان مسلسل تین رات چوری کرنے آیا آخر میں بولا آیت الکرسی پڑھ لیا کرو تو اللہ تعالیٰ شیطان سے محفوظ رکھے گا (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ان الشیطان لیتمثل فی صورۃ الرجل فیاتی القوم فیحدثھم بالحدیث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل منھم سمعت رجلا اعرف وجھہ ولا ادری ما اسمہ یحدث (مسلم)

(شیطان انسانی صورت اختیار کر کے لوگوں کے پاس آکر جھوٹی بات بیان کرتا ہے۔ جب مجلس منتشر ہوتی ہے تو ان لوگوں میں سے ایک آدمی کہتا ہے میں نے ایک آدمی سے سُنا ہے میں اس کی شکل پہچانتا ہوں اس کے نام سے واقف نہیں)۔ وہ یوں بیان کرتا تھا :۔

قرآن پاک میں ہے ابلیس لعین نے کہا تھا :۔

ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ وَعَنْ اَیْمَانِھِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِھِمْ (اعراف)

پھر میں آؤں گا ان کے پاس ان کے سامنے سے ان کے پیچھے سے ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے دلوں میں وسوسے ڈالنے کے علاوہ شیاطین کا طریقہ واردات یہ بھی ہے کہ صُلحا و اتقیا کی شکلوں میں آکر عوام الناس کو گمراہ کر جاتے ہیں قبر پرست خیال کرتے ہیں ہمیں خواجہ خضر ملے ہیں سرکار دو عالم صلعم سے ملاقات ہوئی ہے شیخ عبدالقادر جیلانی تشریف لائے ہیں۔ صاحب قبر کی زیارت ہوئی ہے پیرو مرشد سے نیاز حاصل ہوا ہے حالانکہ ان سب پہ سلام ہو ان میں سے کوئی بھی نہیں ہوتا وہ خبیث دھوکہ باز شیاطین ہوتے ہیں جو ان تقدس مآب شخصیتوں کے رُوپ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :۔

حضرت یحییٰ منیری کے ایک مُرید دریا میں ڈوب رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکالوں۔ اُن کے مُرید نے کہا یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسرے کو نہ دوں گا حضرت خضر غائب ہو گئے اور یحییٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔ (ملفوظات صـ ۱۶۴)

کرشن کنہیا — احمد رضا خاں صاحب سے کسی نے پوچھا۔ حضور اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں؟

تو ارشاد فرمایا اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں (ملفوظات صـ۱۱۳)

اگلے صفحہ پر سبع سنابل شریف کے حوالے سے لکھتے ہیں شیخ نے فرمایا کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔ فتح محمد اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو کیا تعجب ہے کیا یہ گمان کرتے ہو کہ شیخ ایک جگہ موجود تھے باقی جگہ مثالیں۔ حاشا بلکہ شیخ بذات خود ہر جگہ موجود تھے۔ اسرار باطن فہم سے ورا ہیں۔ خوض وفکر بے جا ہے۔

حاجت پوری کرو

نیز لکھتے ہیں حضرت سیدی عبدالوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر بہت بڑا میلا اور ہجوم ہوتا تھا۔ اس مجمع میں چلے آتے تھے۔ ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی ...... جب مزار شریف پر حاضر ہوئے تو (احمد بدوی کبیر نے) ارشاد فرمایا عبدالوہاب وہ کنیز پسند ہے۔ عرض کی ہاں ..... ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی۔ اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ معًا وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی۔ خادم کو اشارہ ہوا۔ انہوں نے آپ کی نذر کر دی۔ ارشاد فرمایا عبدالوہاب اب دیر کاہے کی ہے۔ فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔ (ملفوظات صـ۲۷۵ و صـ۲۷۶)

کسی صاحب کو ان باتوں کے بارے میں "شک" نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان کے حالات میں لکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالےٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور زبان وقلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن بنا دیا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (احکام شریعت صـ۱۱)

اب ان "معصوم" اعلیٰ حضرت صاحب کا ایک فتویٰ بھی سنیئے۔

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی منکوحہ عورت خالد کے ساتھ بھاگ گئی اور آٹھ دس برس کے بعد چند لڑکے اور لڑکیاں لے کر آئی زید کا انتقال ہو گیا۔ وہ اولاد زید کی متصور ہو کر زید کی وارث ہو گی۔ یا ولدالزنا ہو کر ترکہ سے محروم رہے گی۔

جواب

جائز وارث قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ممکن ہے وہ (زید) طے ارضی پر قدرت رکھتا ہو۔ ایک قدم میں دس کوس جائے اور آجائے ممکن ہے جن اس کے تابع ہوں ممکن ہے صاحب کرامت ہو وغیرہ (احکام شریعت صہ۱۸۷)

یہ فتویٰ کسی تشریح و تبصرہ کا محتاج نہیں البتہ اتنا عرض ہے جس ولی سے اتنی ولایت ممکن ہے کیا اُس کے لیے اپنی مغویہ بیوی کو واپس لانا ممکن نہیں بے شرمی اور بے غیرتی کی انتہا ہو گئی ہے۔

اکابر دیوبند

بریلوی دوستوں کی تو خیر روایت یہی ہے ان کا ذہن ہی اس سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ ان سے کیا گلہ کرنا البتہ ہمارے قریبی دوست اہل دیوبند کے اکابر جب ایسی باتیں کرتے ہیں تو ضرور تعجب ہوتا ہے۔

لڑکا پیدا ہو گیا

مولانا اشرف علی تھانوی رح لکھتے ہیں۔ میاں پردیس میں ہے ۔ اور مدت ہو گئی برسیں گزر گیئں نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہو گیا۔ تب بھی وہ حرامی نہیں ہے۔ اسی شوہر کا ہے (بہشتی زیور حصّہ چہارم صہ۸۸)

نیز فرماتے ہیں۔ نکاح ہوگیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا پیدا ہوگیا تو وہ لڑکا شوہر ہی سے ہے۔ حرامی نہیں ہے۔ اور اس کا حرامی کہنا درست نہیں۔ (ایضاً صـ ۴۳)

یاد رہے یہ بہشتی زیور وہ کتاب ہے جسے کئی دیوبندی حضرات اپنی بچیوں کو جہیز کے طور پر دینے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ

مولانا احمد علی صاحب مرحومؒ کی پہلی برسی کے موقع پر روزنامہ حالات لاہور میں ایڈیٹر خدام الدین جناب مناظر حسین صاحب نظرؔ نے مضمون لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ مولانا احمد علی صاحب لاہوری مرحوم کے درس قرآن میں تشریف لایا کرتے تھے (بحوالہ فاران مئی ۱۹۶۳ء)

ستائیسویں شب کو..... تنہائی رات کے قریب دو شخصوں نے آپ (سید احمد شہید بریلوی رحؒ) کا ہاتھ پکڑ کر جگایا۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کی داہنی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بائیں طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں۔ اور آپ فرما رہے ہیں کہ سید احمد جلد اُٹھ اور غسل کر..... غسل کیا اور فارغ ہوکر خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرزند آج شب قدر ہے۔ یاد الٰہی میں مشغول ہو اور دُعا و مناجات کرو۔ اس کے بعد دونوں حضرات تشریف لے گئے۔ (سیرت سید احمد شہیدؒ از مولانا ابوالحسن علی ندویؒ)

مولانا نانوتویؒ دیوبند کے اساتذہ میں کچھ باہم معاصرانہ چشمک تھی۔ اسی دوران میں ایک دن مولانا رفیع الدینؒ نے محمود الحسنؒ کو بلایا۔ موسم سخت سردی کا تھا مولانا رفیع الدین نے فرمایا کہ پہلے یہ میرا روئی کا لبادہ دیکھ لو۔ مولانا نے لبادہ دیکھا تو تر تھا اور خوب بھیگ رہا تھا۔

فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جسد عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے جس سے میں ایک دم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور میرا لبادہ تر بتر ہو گیا اور یہ فرمایا کہ محمود الحسن کو کہہ دو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے میں نے یہ کہنے کے لیے بُلایا ہے۔

(ارواح ثلاثہ مرتبہ ظہور الحسن کسوالی مکتبہ امداد الغرباء سہارنپور ص ۲۴۲)

دیوبند کا مجاہد

مولانا اسمٰعیل دہلوی رح کے قافلے میں ایک شخص شہید ہو گئے جن کا نام بیدار بخت تھا۔ یہ مجاہد دیوبند کے رہنے والے تھے۔ ان کی شہادت کی خبر آ چکی تھی۔ ان کے والد حشمت علی خاں صاحب حسب معمول دیوبند میں اپنے گھر میں ایک رات تہجد کی نماز کے لیے اُٹھے تو گھر کے باہر گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز آئی۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ ان کے بیٹے بیدار بخت ہیں۔ بہت حیرانگی بڑھی کہ یہ تو بالا کوٹ میں شہید ہو گئے تھے۔ یہاں کیسے آ گئے۔

بیدار بخت نے کہا جلدی کوئی دری وغیرہ بچھا لیجیے۔ حضرت مولانا اسماعیل صاحب اور سید احمدؒ صاحب یہاں تشریف لا رہے ہیں۔ حشمت خاں نے فوراً ایک بڑی چٹائی بچھا دی۔ اتنے میں سید صاحب اور مولانا شہید اور چند دوسرے رفقاء بھی آ گئے۔ حشمت خاں صاحب نے محبت پدری کی وجہ سے سوال کیا تمہارے کہاں تلوار لگی تھی۔ بیدار بخت نے سر سے اپنا ڈھاٹا کھولا اور اپنا نصف چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے باپ کو دکھایا کہ یہاں تلوار لگی تھی۔ حشمت خاں نے کہا یہ ڈھاٹا پھر سے باندھ لو۔ مجھ سے یہ نظارہ نہیں دیکھا جاتا۔ تھوڑی دیر بعد یہ تمام حضرات واپس تشریف لے گئے۔

صبح کو حشمت خاں کو شبہ ہوا کہ یہ کہیں خواب تو نہیں تھا۔ مگر

چٹائی کو جو غور سے دیکھا تو خون کے قطرے موجود تھے۔ یہ وہ قطرے تھے جو بیدار بخت کے چہرے سے گرتے ہوئے اس کے والد نے دیکھے تھے۔ ان قطروں کو دیکھ کر حشمت خاں سمجھ گئے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہے۔ خواب نہیں ہے۔ (ملفوظات مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ صفحہ ۴۰
(بحوالہ ہفت روزہ چٹان ۲۴ دسمبر ۱۹۶۲ء)

حاجی امداد اللہ صاحب سمندر میں

شیخ محمد صاحب کا جہاز ڈوب رہا تھا انہوں نے مراقبے کی حالت میں دیکھا کہ حافظ محمد ضامن اور حاجی امداد اللہ صاحبان نے نیچے سے کندھا دے کر بچا لیا ہے۔ واپسی پر ایک مرید نے یوں تصدیق کی جس کا نام قدرت علی تھا " بے شک فلاں وقت میں حاضر تھا۔ حاجی صاحب حجرے سے باہر تشریف لائے اور اپنی لنگی بھیگی ہوئی مجھ کو دی اور فرمایا اس کو کنوئیں کے پانی سے دھو کر صاف کر لو۔ اس لنگی کو جو سونگھا تو اس میں سے دریائے شور کی بو اور چکنا پن معلوم ہوا۔
(کرامات امدادیہ کرامت ۱۴ صفحہ ۱۸ مصنفہ مولانا اشرف علی تھانویؒ)

مخدوم جہاں (حاجی امداد اللہ صاحب) اپنے خادم سے بولے ذرا میری کمر دباؤ۔ نہایت درد کرتی ہے۔ خادم نے دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی ہے۔ پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے؟ کمر کیوں کر چھلی؟ فرمایا کچھ نہیں پھر پوچھا۔ آپ خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔ فرمایا ایک آگبوٹ (بحری جہاز) ڈوبا جاتا تھا۔ اس میں ایک تمہارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا۔ اس کی گریہ زاری نے مجھے بے چین کر دیا۔ اور آگبوٹ (بحری جہاز) کو کمر کا سہارا دے کر اوپر کو اٹھایا۔ جب آگے چلا اور بندگان خدا

کو نجات ملی - اسی سے چھل گئی ہو گی اور اسی وجہ سے درد ہے - مگر اس کا ذکر نہ کرنا (کرامات امدادیہ ص۱۸)

پانچ ہزار ولی قبروں سے نکل آئے

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں ایک بار میں بغداد میں شیخ حماد کے ساتھ جمعہ کی نماز کے لیے جا رہا تھا - جب دریا کے پُل پر پہنچا تو آپ نے مجھے دریا میں دھکا دے دیا اور آپ مجھے آزمانا چاہتے تھے کہ میں سردی کو کہاں تک برداشت کرتا ہوں مگر مجھ پر جاڑے اور سرد پانی کا کوئی اثر نہ ہوا - اس پر حضرت حماد نے اپنے مریدوں سے کہا یہ غیر متزلزل پہاڑ ہے - اب جو اُن کی قبر پر آیا تو آپ کو اچھی حالت میں پایا - مگر اُن کا دایاں ہاتھ حرکت نہ کرتا تھا میں نے اُن سے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا یہ وہی ہاتھ ہے جس سے میں نے تجھے دھکا دیا تھا - کیا آپ بھی مجھے معاف کرتے ہیں یا نہیں ؟ میں نے عرض کیا مَیں نے معاف کیا - حماد کہنے لگے پھر درخواست کرو کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ کو ٹھیک کر دے - لہٰذا میں دُعا کے لیے ٹھہر گیا اور پانچ ہزار ولی اپنی قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے بھی اللہ سے درخواست کی یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے ان کا ہاتھ ٹھیک فرما دیا -

(ہفت روزہ لولاک لائل پور مورخہ ۲۳ ۲/۶۸)

خضرؑ و الیاسؑ

مجدد الف ثانیؒ کو خضرؑ نے کشف میں بتایا میں اور الیاس دونوں زندہ نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہماری رُوحوں کو طاقت دے رکھی ہے جن سے ہم جسم اختیار کر لیتے ہیں - زندوں کے سے کام کرتے ہیں - مثلاً گمراہ کو راہ پر لانا - غمزدہ کی فریاد رسی کرنا - جب اللہ چاہے علم لدنی کی تعلیم دینا اور جسے چاہے نسبت دینا اللہ تعالےٰ نے ہمیں قطب مدار کے لیے مددگار مقرر کر رکھا ہے -

یعنی وہ قطب جس پہ عالم کا مدار ہے پھر کہا آج کل قطب یمن میں ہے اور فقہ شافعی کا پیرو ہے ہم بھی قطب کے شافعی مذہب کے مطابق نماز پڑھتے ہیں (حوالہ ایضاً)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ایک یہ ارشاد قابل توجہ ہے فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کا انتقال ہو گیا تو خضرؑ نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں ابو حنیفہؒ سے فقہ پڑھتا تھا اب کیا کروں۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ میں ابو حنیفہؒ سے کہہ دیتا ہوں کہ وہ قبر سے نکل کر تمہیں فقہ پڑھا دیا کریں گے۔ ان کی قبر پہ چلے جایا کرو (نوائے وقت ۲۴ ۴/۷۵)

خضرؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن و سنت سیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی، امام صاحب سے فقہ پڑھنے کی نہ جانے کیا ضرورت پڑ گئی تھی اور اپنی پیدائش سے لے کر اب تک وہ غیر فقیہہ ہی چلے آرہے تھے۔

حضرت گنگوہیؒ مکہ معظمہ میں

مولوی محمود حسن صاحب نگینوی فرماتے ہیں کہ میری خوشدامن صاحبہ جو اپنے والد کے ہمراہ مکہ معظمہ میں بارہ سال تک مقیم رہیں نہایت پارسا، عابدہ زاہدہ تھیں۔ سینکڑوں احادیث بھی ان کو حفظ تھیں۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا! حضرت (گنگوہیؒ) کے بہت شاگرد و مرید ہیں مگر کسی نے حضرت کو پہچانا ہی نہیں۔ جن ایام میں میرا قیام مکہ معظمہ میں تھا روزانہ میں نے صبح کی نماز حضرت کو حرم شریف میں پڑھتے دیکھا۔ اور لوگوں سے بھی سُنا کہ یہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ہی ہیں۔ گنگوہ سے تشریف لایا کرتے ہیں (تذکرۃ الرشید مصنفہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی ج ۲ صـ۲۱۲)

نازک مزاج ولی

اولیاء اللہ کی ایک قسم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ باطن کا نور عطا فرماتے ہیں اصل میں وہ نازک مزاج ہوتے ہیں اسّی میل بلکہ سو میل کے فاصلہ پہ آپ کوئی چیز پکا کر رکھ آئیں وہ

ایک منٹ میں بتلائیں گے کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام۔
(ہفت روزہ خدام الدین ۱۱/۶۴ ص ۱۳)

دُور نیست

ہم مرید بہ یقین داند کہ رُوح شیخ مقید بہ یک زماں نیست
پس ہر جا کہ مُرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شیخ دُور است

اما روحانیت او دُور نیست۔
(امداد السلوک مصنفہ رشید احمد گنگوہی ص۱۰)

حضرت تھانویؒ علی گڑھ میں

عرصہ دراز ہوا ایک صاحب نے خود احقر سے یہیں خانقاہ میں باایں عنوان اپنا واقعہ بیان کیا کہ گو دیکھنے میں حضرت والا یہاں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن کیا خبر اس وقت کہاں پر ہوں۔ کیونکہ میں ایک بار خود حضرت والا کو باوجود کہ تھانہ بھون میں ہونے کے علی گڑھ میں دیکھ چکا ہوں۔ جب کہ وہاں نمائش تھی اور اس کے اندر سخت آگ لگی ہوئی تھی۔ میں بھی اس نمائش میں اپنی دوکان لے گیا تھا..... اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دفعتہً حضرت والا نمودار ہوئے اور بکسوں میں سے ایک ایک بکس کے پاس تشریف لے جا کر فرمایا جلدی سے اٹھاؤ۔ چنانچہ ایک طرف سے تو اس بکس کو خود اُٹھایا اور دوسری طرف سے میں نے اٹھایا۔ اسی طرح تھوڑی دیر میں ایک ایک کرکے سارے بکس باہر رکھوا دیئے اس آگ سے اور دوکانداروں کا تو بہت نقصان ہوا لیکن بفضلہ تعالیٰ میرا سب سامان بچ گیا۔ (اشرف السوانح ج ۳ ص۱۷ مصنفہ خواجہ عزیز الحسن شائع کردہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر)

مولانا حسین احمد مدنیؒ آسام کی پہاڑیوں میں

بالی زندی مولوی بازار کے ایک صاحب آزادی سے قبل ڈھاکہ سے شیلانگ بذریعہ موٹر جا رہے

تھے۔ صوبہ آسام کا ایک اکثر حصہ پہاڑی ہے۔ اس میں موٹر یا بس چلنے کا جو راستہ ہے وہ بہت تنگ ہے فقط ایک گاڑی جا سکتی ہے۔ دو کی گنجائش نہیں یہ صاحب حضرت (حسین احمد مدنی) کے مرید تھے جب نصف راستہ طے ہو گیا تو دیکھا کہ سامنے سے ایک گھوڑا بڑے زوروں سے آ رہا ہے اس شخص اور دیگر تمام حضرات کو خطرہ پیدا ہوا کہ اب کیا ہو گا۔ موٹر روک لی لیکن اس کے باوجود بڑی تشویش تھی۔ کیونکہ گھوڑا بلا سوار بڑی تیزی سے دوڑا آ رہا تھا۔ راوی کا کہنا ہے کہ اس شخص نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر پیر و مرشد ہوتے دُعا کرتے۔ ابھی اتنا سوچا ہی تھا کہ حضرت شیخ گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہیں غائب ہو گئے۔ (انفاس قدسیہ صہ ۱۸۶ مصنفہ مفتی عزیز الرحمن بجنوری)

مولانا احمد علیؒ وفات کے دس گھنٹے بعد جب اُن کی (پیر محمد غنی قادری) لاش کو تجہیز و تکفین کے بعد سیالکوٹ لے جایا جانے لگا تو اُن کے مُنہ سے مولانا احمد علی کے الفاظ نکلے جو اُن کے صاحبزادے وغیرہ نے سُنے (خدام الدین مورخہ ۷ ارصفر ۱۳۸۲ھ)

رانی ساگری کی مُردہ سے ملاقات حضرت (مولوی عبدالرشید صاحب رانی ساگری) نے ارشاد فرمایا ایک امیر زادہ نوجوان شخص تھے۔ ان کی زندگی بہت ہی لاابالی پن میں گزری ان کا جب انتقال ہو گیا تو میں ایک دن قبرستان گیا تو اس شخص کو دیکھا کہ قبرستان میں ننگا بیٹھا ہے اور بہت ہی حسرت و یاس کے عالم میں ہے۔ میں جب قریب پہنچا تو اس نے ہمیں دیکھ کر اپنی ستر دونوں ہاتھوں سے چھپائی۔ میں نے اس سے کہا اسی لیے تو میں تجھے کہتا تھا۔ لیکن تو نے اپنی زندگی لاپرواہی میں گزار دی اور میری باتوں کی طرف دھیان نہیں دیا۔ (اخبار نقیب کا مصلح امت نمبر صہ ۱۹)

قبر سے فائدہ

میں نے حضرت (نور محمد جھنجھانوی) کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اُٹھایا جو حالت حیات میں اُٹھایا تھا۔ (کرامات امدادیہ کرامت ۴۸ صفحہ ۵۵)

خواجہ غریب نواز سے گفتگو

دارالعلوم دیوبند کے اولین صدر مدرس مولوی محمد یعقوب صاحب اکثر مزار شریف پر حاضر ہو کر دیر دیر تک مراقب رہتے۔ ایک دن مراقبے میں حضرت خواجہ (غریب نواز) کی طرف سے ارشاد ہوا آپ کی تکمیل مدرسہ دیوبند میں حدیث پڑھانے سے ہی ہوگی۔ آپ وہیں جائیں اور ساتھ حضرت خواجہ کا یہ مقولہ بھی منکشف ہوا کہ آپ کی عمر کے دس سال رہ گئے ہیں۔ اس میں یہ تکمیل ہو جائے گی۔ (واپسی پر) بلا گفتگو کے سلام علیک کے بعد حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا ہم پر کچھ احسان نہیں ہے۔ خدام بھی وہی بات کرتے ہیں جو حضرت خواجہ نے فرمائی ہے۔ مگر چھوٹوں کی کون سنتا ہے۔ جب اُوپر سے بھی وہی کہا گیا جو خدام عرض کیا کرتے تھے۔ تب آپ نے قبول فرمایا (روزنامہ الجمعیت دہلی کا خواجہ غریب نواز نمبر صفحہ ۶ مضمون از قاری محمد طیب صاحب)

مُلاقاتیں

مولانا قاسم نانوتوی بعد وفات زندہ لوگوں سے بیداری میں ملاقاتیں کرتے ہدایتیں دیتے تھے۔ (ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۴۲)

مُنّے میاں ہنس پڑے

قاری محمد طیب صاحب اپنے استاد محمد لیٰسین صاحب سے روایت کرتے ہیں مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھنے والے مُنّے میاں کو وفات کے بعد پھٹے پر لٹا دیا گیا تو آپ ایک دم کھلا کر ہنس پڑے اور خاموش ہو گئے۔ اسی طرح کفن میں لپیٹنے کے بعد بھی جب منہ دیکھنے کے لیے کفن رخ انور سے ہٹایا گیا آپ کھلکھلا کر ہنسے۔ مولانا لیٰسین صاحب اور کئی دیگر حضرات

نے بچشم خود اس امر کا نظارہ کیا۔ (خدام الدین ۲۵ مئی ۱۹۶۲ء)

دل لگی باز ایک صاحب کشف حضرت حافظ ضامن تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعد فاتحہ کہنے لگے بھائی یہ کون بزرگ ہیں بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ کسی مردہ پر پڑھو۔ یہاں زندوں پر پڑھنے آئے ہو (ارواح ثلاثہ ص ۲۰۳)

خواجہ اجمیری کی طرف سے لاکھوں روپیہ مکہ پہنچ کر معاشی حالت تنگ ہوگئی آخر نویں دن حضرت خواجہ اجمیری عالم واقعہ میں تشریف لائے اور فرمایا اے امداد اللہ تم کو بہت تکالیف اٹھانی پڑیں۔ اب تیرے ہاتھوں لاکھوں روپیہ کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے۔ الخ

(کرامات امدادیہ ۷م ص ۵۴)

فریاد:-

یا شفیع العباد خذ بیدی	انت فی الاضطرار معتمدی
دست گیری کیجیے میرے نبی	کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی
لیس لی ملجاء سواک اغث	مسنی الضر سیدی سندی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ	فوج کلفت مجھ پر آ غالب ہوئی
غشنی الدھر یا ابن عبد اللہ	کن مغیثا فانت لی مددی
ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف	اے میرے مولیٰ خبر لیجیے میری

(نشر الطیب اشرف علی تھانوی ص ۱۹۴)

تین سو ساٹھ : کرامت ۸۱

فرمایا کہ ایک بار مجھے ایک مشکل تھی اور حل نہ ہوتی تھی میں نے حطیم میں

کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم وبیش اولیاء اللہ کے یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی۔ پھر تم کس مرض کی دوا ہو۔ یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی۔ میری نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہو گیا اُس کے آنے سے میری مشکل حل ہو گئی۔ جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا۔ (کرامات امدادیہ صـ۵۷)

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے بعد کعبہ کے گرد رکھے ہوئے ۳۶۰ بتوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاء الحق و زھق الباطل (حق آگیا اور باطل مٹ گیا) پڑھتے ہوئے چھڑی کے ساتھ گرا دیا تھا۔ اب یہ پتہ نہیں ان کی روحیں تھیں یا ہو سکتا ہے اس سے مراد اکابر دیوبند ہوں کیونکہ محمود الحسن صاحب نے رشید احمد گنگوہی کی وفات پر مرثیہ کے صـ۱۰ پر لکھا ہے۔

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا راستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی

خانۂ خدا میں یہ گستاخیاں۔ سوائے استغفار کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ یہ محبت کا غلو عقیدت کا افراط اور ارادت کا ہیضہ نہیں تو کیا ہے۔ کیا اس سے اہل توحید کی توحید کو ضعف نہیں پہنچتا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ان کی گستاخیوں نے عرش تک مار کی ہے۔ مولانا محمد سرفراز صاحب اپنی کتاب بانی دار العلوم دیوبند میں لکھتے ہیں:۔

قبر اور عرش

میرا اور میرے تمام اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کا وہ حصہ جو آپ کے جسد اطہر سے لگتا ہے عرش سے بھی زیادہ مرتبہ اور فوقیت رکھتا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو وفاء الوفاء ج ۱ صـ۹۱ سیرت حلبی ج ۲ صـ۳۲

اور روح المعانی ج ۵ ص۲۲۱)
عرش معلیٰ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے اور قبر مبارک کی فضیلت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ اگر قبر عرش سے افضل ہے تو لامحالہ اللہ تعالےٰ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل ماننا پڑے گا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ اُلٹی منطق مجھ ناقص العلم کی سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ سمجھنا غالباً مدرسہ دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے پر موقوف ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کی رفعت شان اس میراث پن سے بے نیاز ہے۔

فرمایا:۔
لَا تُطْرُوْنِی کَمَا اَطْرَتِ الیہود وَالنَّصَارٰی۔
مجھے یہود ونصاریٰ کی طرح بڑھا چڑھا کر نہ بیان کرو۔

فرمایا:۔
مَا ینبغی لِعَبْدٍ اَنْ یَّقُوْلَ انی خیر من یونس بن متّٰی (عن ابی ھریرۃ۔ صحیحین)
کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مجھے یونس بن متّٰی سے بہتر کہے (یعنی نام لے کر)

فرمایا:۔
لَا تُخَیِّرُوْنِی علی موسیٰ (ایضًا)
مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔

فرمایا:۔
لَا تُفَضِّلُوْا بَیْنَ اَنْبِیَاءِ اللہ (ایضًا)
اللہ کے نبیوں کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔

اور یہ حضرت قبر اور عرش میں موازنہ کر کے در پردہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ سے بھی بڑھا لے گئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہو سکتا ہے احتراماً کوئی نہ بولے۔ لیکن غلط بات جہاں کہیں بھی ہو غلط ہوتی ہے۔ مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے اس چیز کا سہارا لے کر اپنے بزرگوں کی قبروں کو مرکز توجہ بنانے کے لیے راہ ہموار کی گئی ہے۔ جس کا ثبوت پچھلی مثالوں سے ملا۔ یہ ابھی نمونہ مشتے از خروارے ہے۔ ورنہ اکابر دیوبند نے اپنی متبرک تصنیفات میں بہت گُل کھلا رکھے ہیں۔ تحریریں پڑھ کر یقین نہیں آتا یہ کسی دیوبندی کی ہو سکتی ہیں۔ لیکن سرورق دیکھ کر با دلِ نخواستہ ماننا پڑتا ہے۔ بریلوی اور دیوبندی ٹھیک ایک اسٹیج پر نظر آتے ہیں۔ اس مماثلت سے ہمیں خوشی نہیں افسوس اور صدمہ ہے اس سے ہماری محبت و عقیدت کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ بریلوی یہ باتیں کریں تو مشرک ہو جائیں اور اُن کے اکابر اصاغر قرار پائیں اور اہلِ توحید کے اکابر کو سب کچھ جائز ہے۔ یہ کدھر کا انصاف ہے یہ سنہری عقائد اور بڑے لوگوں کی بڑی باتیں پڑھ کر کوئی مُرید بد دل نہ ہو جائے۔ اور مبادا ارادت اس کے دل سے رفو چکر ہو جائے۔ حفظِ ما تقدم کے طور پر اس ممکنہ بغاوت سے بچنے کا بندوبست پیشگی فرما لیا گیا ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

آپ نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبانِ فیض ترجمان سے فرمائے۔ سُن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔ (تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۷ حصہ دوم مصنفہ مولانا عاشق علی)

فیضانِ نبوت

مولانا نانوتوی صاحبؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے شکایت کی کہ جہاں

تسبیح لے کر بیٹھا بس ایک مصیبت ہوتی ہے۔ اس قدر گرانی کہ جیسے سوسو من کے پتھر کسی نے رکھ دیے ہوں۔ زبان وقلب سب بستہ ہو جاتے ہیں۔ حاجی صاحب نے جواب دیا یہ نبوت کا آپ کے قلب پر فیضان ہوتا ہے۔ اور یہ وہ ثقل وگرانی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے وقت محسوس ہوتا تھا۔ تم سے حق تعالےٰ کو وہ کام لینا ہے جو نبیوں سے لیا جاتا ہے (سوانح قاسمی ج ا ص۲۵۹ مصنفہ مولانا مناظر احسن گیلانی)

عین نبی کی قبر

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مجددی نقشبندی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کا مکاشفہ ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کی قبر عین کسی نبی کی قبر ہے۔
(مبشرات دارالعلوم ص۳۶ مصنفہ مولانا انوار الحسن ہاشمی)

سوال پیدا ہوتا ہے کیا اس نبی کا جسدِ اطہر مٹی میں تحلیل ہو گیا تھا۔ پھر اس حدیث کا کیا بنے گا جس سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔

اولیاء اللہ

حضرت والا اشرف علی تھانوی صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب (امداد اللہ) کے سلسلے کی یہ برکت ہے کہ جو بلا واسطہ یا بالواسطہ حضرت سے بیعت ہوا اس کا بفضلہ تعالیٰ خاتمہ بہت اچھا ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض متوسلین گو مرید ہونے کے بعد دنیا دار ہی رہے مگر ان کا خاتمہ بھی بفضلہ تعالےٰ اولیاء اللہ کا سا ہوا۔

(اشرف السوانح ج ۲ ص۸۶)

معصوم

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے فرمایا حق تعالےٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا۔ (ارواح ثلاثہ ص۲۹۲ مصنفہ امیر شاہ خاں)

حاجی امداد اللہ رح مولوی غلام حسین صاحب رح نے مکہ معظمہ میں خواب دیکھا کہ ایک مجمع میں حضرت صاحب کا ایک مُرید کہہ رہا ہے کہ حضرت خاتم المرسلین صلعم فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب دیگر اولیائے سبقت لے گئے ہیں۔

(کرامات امدادیہ۔ کرامت ۸۹ صہ ۵۹)

ایک دن اعلیٰ حضرت۔ نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلعم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا اُٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے۔اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔

(تذکرۃ الرشید حصّہ اوّل صہ ۴۶)

اعلیٰ حضرت کو علماء کا شیخ و رہبر بننے میں وہ رُتبہ علیا حاصل ہوا کہ جس کی نظیر دنیا میں سلفاً و خلفاً شاید ایک دو مل سکے۔

(حوالہ ایضاً)

سید سلیمان ندوی رح نے مولانا تھانوی رح کی تفسیر کو عام فہم زبان میں منتقل کرنا چاہا تو اُن کے ایک ممتاز خلیفہ نے یہ کہہ روک دیا کہ مولانا کے یہ الفاظ الہامی ہیں اس لیے اس میں تبدیلی نہ ہونی چاہیے۔

(فاران توحید نمبر صہ ۱۷)

واللہ العظیم مولانا تھانوی۔ کے پاؤں دھوکر پینا نجات اُخروی کا سبب ہے۔ (تذکرۃ الرشید حصّہ اوّل صہ ۱۱۳)

جن اذہان میں اپنے بزرگوں کے متعلق نبیوں جیسا بلکہ بعض اوقات اس سے بھی بڑھ کر احترام کا ہوّا اٹھانے کی سازش کی گئی ہو ان کی کیا مجال۔ ہے جو اس قسم کا مواد پڑھ کر ذرا بھی چوں چرا کریں انہیں تو اس میں بھی ان کے علم و ولایت کا کمال ہی نظر آئے گا۔ الا ما شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ کسی کو مقلد بھی نہ بنائے (آمین)

ولی را ولی مے شناسد

اکابر دیوبند کے یہ "فضائل و مناقب" بریلویوں کو بھی کھٹکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ تمام جھوٹ ہے۔ مگر کھل کر بول اس لیے نہیں سکتے کہ ایسی ہی باتیں وہ اپنے بزرگوں کے بارے میں بھی بیان کرتے ہیں۔ بظاہر انہیں اعتراض صرف اس لحاظ سے ہے کہ

وہی تیرگی جو میرے نامہ اعمال میں تھی
تیری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی

دونوں کو ایک دوسرے کے بارے میں خوب علم ہے کہ یہ سب فراڈ ہی فراڈ ہے کیونکہ ولی را ولی مے شناسد۔

میں سمجھتا ہوں اگر دنیا میں جھوٹ کا کوئی عالمی ٹورنامنٹ منعقد ہو تو یہ دونوں ٹیمیں فائنل میں پہنچ جائیں وقالت الیهود لیست النصارىٰ علیٰ شئ وقالت النصارىٰ لیست الیهود علیٰ شئ وهم یتلون الکتاب (البقرہ ۱۱۳)

اور کہا یہودیوں نے عیسائی کسی چیز پر نہیں اور کہا عیسائیوں نے یہودی کسی چیز پر نہیں۔ حالانکہ یہ سب اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں۔

حیرانی کی بات ہے کہ یہ دونوں گروہ جناب طاہر القادری صاحب کے برخلاف ہیں۔ حالانکہ ان میں فرق صرف اتنا ہے کہ یہ جو فضائل اپنے بزرگوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں قادری صاحب خود اپنی ذات کے بارے میں بیان کر دیتے ہیں۔ ان دونوں کو چاہیے کہ فوراً انہیں اپنا راہنما تسلیم کریں۔ کیا ان کے اپنے اصول کے مطابق وہ "بزرگ" نہیں ہیں۔

شیطان مشرکوں کو بے وقوف بناتا ہے

ہاں تو ذکر ہو رہا تھا شیاطین

کا۔ بات یہ ہے کہ پکے مسلمانوں اور پختہ کار موحدوں پر شیطانی چالوں کا اثر نہیں ہوتا۔ قرآن پاک میں ہے۔

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۔ (النحل ۹۹ و ۱۰۰)

اس کا بس ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اس کا داؤ ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِيْنَ (الحجر)

میرے بندوں پر تیرا ذرا بھی قابو نہ چلے گا مگر ان پر جو تیرے پیچھے بہک گئے۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (الزخرف ۳۶)

اور جو شخص اللہ کی نصیحت یعنی قرآن سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں سو وہ ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا ہے۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (النمل ۲۲ و ۲۲۳)

کیا میں تمہیں بتاؤں شیاطین کن پر اُترتے ہیں۔ جھوٹے گناہگار پر اُترتے ہیں۔

جعلی نبیوں کے پاس بھی ممکن ہے شیاطین ہی فرشتوں کے بھیس میں آتے ہوں۔

اس لیے اگر کسی کو کچھ ناقابل یقین شئے نظر آئے تو اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے بلکہ تعوذ لاحول اور آیت الکرسی پڑھنی چاہیے۔

وسیلہ کے لیے ایک اور استدلال

وسیلہ کے لیے مندرجہ ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا گیا۔ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بینائی کی دُعا کروانے آیا آپ نے اُسے حکم دیا وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو اور کہو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ (عن عثمان بن حنیف۔ ترمذی)

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف تیرے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے یارسول اللہ میں اپنی ضرورت میں آپ کے واسطہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ پوری ہو جائے یا اللہ ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

ایک روایت کے آخر میں یوں ہے:۔

اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ وَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ قَالَ فَقَامَ وَقَدْ اَبْصَرَ۔

(دلائل نبوۃ۔ بیہقی)

یا اللہ ان کی شفاعت میرے حق میں اور میری شفاعت ان کے حق میں قبول فرما۔ راوی نے کہا چنانچہ وہ اُٹھا اور دیکھنے لگ گیا۔

جواب: اس میں استدلال والی کوئی بات نہیں جھگڑا تو فوت شدہ کے وسیلہ میں ہے یہاں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سامنے دست بدعا ہیں اور اسے بھی فرماتے ہیں تم بھی دُعا کرو جو درخواست تم نے مجھ سے کی ہے اس کا ذکر کرو اور اللہ تعالےٰ سے کہو نبیؐ جو میرے لیے دُعا کر رہے ہیں اسے قبول فرما۔ یعنی دونوں نے مل کر دُعا کی اور دونوں ایک دوسرے کے لیے سفارشی اور وسیلہ بن گئے۔ حضور سفارش کرتے ہیں یا اللہ اس کی

آنکھیں لوٹا دے اور شخص مذکور سفارش کرتا ہے یا اللہ حضورؐ کی دُعا قبول فرما یعنی ہم دونوں کی ایک دوسرے کے لیے سفارش منظور فرما لے۔

بلکہ ایک حدیث میں یہ اضافہ بھی ہے وَ اِنْ کَانَتْ حَاجَۃٌ فَافْعَلْ مِثْلَ ذَالِکَ (تاریخ ابو بکر بن ابی خیثمہ)

اور اگر کوئی اور ضرورت ہو تو بھی ایسا ہی کر۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے اس کی سند میں حماد بن سلمہ راوی دوسرے راویوں کی بہ نسبت مرجوح ہے۔ نیز ہو سکتا ہے یہ عثمان بن حنیف کے اپنے الفاظ ہوں۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مانے جائیں تو مطلب یہ ہوگا بینائی کے علاوہ کوئی اور حاجت ہو تو بھی ایسے دُعا مانگ سکتے ہو۔ اب یا پھر کسی وقت..... جہاں تک بعد از مرگ کا معاملہ ہے اس کا ثبوت نہیں۔ فافعل مثل ذلک سے یہ بات عیاں ہے حضورؐ نے اپنے پاس بٹھا کر اس کے لیے دُعا کی اور کروائی۔ کسی کو اس کی غیر موجودگی یا لاعلمی میں وسیلہ بنا لینا ناقابلِ فہم اور مثل ذلک کے بر خلاف ہے کیونکہ وسیلہ کسی کی دُعا اور سفارش ہوتی ہے ذات نہیں ہوتی۔ کوئی ایسا صحیح ثبوت چاہیے جس کے مطابق آنحضرتؐ نے مرنے والے کا وسیلہ پکڑنے کی اجازت بخشی ہو۔

راوی عثمان بن حنیف صحابی کے متعلق البتہ طبرانی وغیرہ میں آتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو عام سمجھتے ہوئے وفاتِ نبوی کے بعد بھی ایک ضرورت مند کو اس طریق سے دُعا کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ مگر اس کی سند میں ابو سعید شبیب بن سعید متکلم فیہ ہے۔ اگر یہ اثر صحیح ہو تو ہو سکتا ہے ان کا اپنا یہی خیال ہو پر ہر صحابی کا ہر فعل تو حجت نہیں ہوتا۔ عام صحابہ کرام کا عمل دیکھ کر ہی کوئی رائے قائم کی جاتی ہے متعدد صحابہؓ سے ایسے مسائل مروی ہیں جن کی اتباع نہیں کی گئی۔ مثلاً

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک گدھا حلال تھا (نووی ج ۲ ص ۱۴۹)

حضرات ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، جابر بن عبداللہؓ کے نزدیک متعہ جائز تھا۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۵۰)

حذیفہؓ کے نزدیک سحری سورج نکلنے سے پہلے تک تھی۔ سلمان فارسیؓ لعاب کو نجس کہتے تھے۔

ابن عمرؓ کے نزدیک کتابیہ سے نکاح جائز تھا۔

حضرت عمرؓ حج تمتع کے قائل نہیں تھے۔

ابوذر غفاریؓ زکوٰۃ دے کر بھی مال جمع کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

عبداللہ بن مسعودؓ نے دو آدمیوں کو نماز باجماعت پڑھائی ایک کو دائیں کھڑا کیا اور دوسرے کو بائیں (احمد)

وہ معوذتین کو قرآن کا حصہ نہیں مانتے تھے۔ ان کا یہ بھی مسئلہ تھا آدمی رکوع جائے تو دونوں ہاتھ ملا کر گھٹنوں کے بیچ رکھ لے وغیرہ (مسلم)

اور آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام نے استسقاء کے موقع پر وفاتِ نبوی کے بعد آپؐ کو وسیلہ نہیں بنایا۔ بخاری شریف کی روایت ہو اور جلیل القدر صحابہ کرام کا اجماع ہو اس کے ہوتے ہوئے طبرانی میں مذکور ایک صحابی کے انفرادی خیال کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے بالخصوص جب کہ مسئلہ بھی توحید کا ہو اور سارا قرآن اور ساری حدیث اس کی تائید میں ہو۔

نیز واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ایک معجزہ ظاہر فرمایا اور اب یہ معجزے ظاہر ہونے سے رہے جن کا خیال ہے آنحضرت اب بھی علی حالہٖ زندہ ہیں اور حسب معمول ہمارے لیے دعا و سفارش کرتے ہیں تو وہ عثمان بن حنیف کا تجربہ بیان کرنے کی بجائے ذرا خود اس قسم کی دعا کر کے آزمالیں تاکہ اس کے جواب میں ہونے والی معجزہ تاثیر دیکھ کر ہم

گنا ہگاروں کا ایمان بھی تازہ ہو جائے ۔ حاجت روائی کی بات نہیں ۔
حاجتیں تو خدا کی مہربانی سے سب کی پوری ہوتی رہتی ہیں ۔معجزات ظاہر
ہونا چاہئیں جیسے اس نابینا آدمی کے لیے دُعا مانگی اور منگوائی اور وہ کسی
مزید علاج کے بغیر ہی عین اُسی مجلس میں شفایاب ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا ۔
کیا وجہ ہے صحابہ کرام رضؓ تو معجزات دیکھیں اور ہم نہ دیکھیں کیا حضور صلی اللہ
علیہ وسلم اب مستجاب الدعوات نہیں رہے اور اب ان سے معجزات چھین
لیے گئے ہیں ۔کیا اُس زندگی میں اور اس زندگی میں کوئی فرق ہے ۔ اگر
فرق ہے تو ھوالمقصود نیز کیا اب حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت
صالح و دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کا اعادہ نہیں ہوسکتا ۔ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام جو فی الحقیقت زندہ ہیں ان سے کہیے کسی مُردے کو زندہ
کسی اندھے کو بینا اور کوڑھی کو چنگا کر دیں ۔ آخر کیا رکاوٹ ہے جتنے
لوگ بھی رُخصت ہو چکے ہیں کیا وسیلہ بننے کے سوا وہ اور کچھ نہیں کر
سکتے ۔کیا اس کے علاوہ ان کا اور کوئی مصرف نہیں ہے ۔

مُدعی سُست گواہ چُست

صرف ہم ہی نہیں اموات کے وسیلہ کو کوئی بھی معقول آدمی پسند نہیں کرتا حتیٰ کہ وہ اولیاء کرام بھی جن کا وسیلہ پکڑا جاتا ہے۔ شاہ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں اپنی تمام حاجتیں اللہ کے حضور پیش کرو اور تمام خلقت سے منہ موڑ کر اس کے آگے جُھک جاؤ اپنے دلوں کو غیراللہ سے پاک رکھو اور اس کے سوا کسی سے نفع نقصان کی اُمید نہ رکھو (الفتح البرہانی)

بشر حافیؒ فرماتے ہیں۔

اِسْتِعَانَۃُ الْمَخْلُوْقِ بِالْمَخْلُوقِ کاستعانۃ الْمَسْجُوْنِ بِالْمَسْجُوْنِ۔ (کشف المحجوب)

مخلوق کا مخلوق سے فریاد چاہنا قیدی کا قیدی سے مدد چاہنے کے مترادف ہے۔ مالا بدمنہ میں ہے۔ انبیاءؑ اولیاء کی قبروں کو سجدہ کرنا طواف کرنا ان سے مراد مانگنا نذر و نیاز کرنا یہ سب حرام و ناجائز ہے۔

خواجہ بختیار الدین کاکیؒ کے استاد سلطان العارفین قاضی حمید الدینؒ ناگوری فرماتے ہیں وہ لوگ جو انبیاء اور اولیاء کو حاجتوں اور مصائب میں اس اعتقاد کے ساتھ پکارتے ہیں کہ ان کی رُوحیں حاضر ہوتی ہیں اور پکارنے والے کی ندا سُنتی ہیں۔ ان کی حاجتیں جانتی ہیں تو یہ شرک قبیح اور جہل صریح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں ان سے بڑھ کر گمراہ کون ہے (توشیح)

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا:۔

اللہ سے کسی کا وسیلہ لینا جائز نہیں اس کو اسی کے نام و صفات سے پکارو بلکہ یہ بھی دُرست نہیں کہ الٰہی بحق فلاں نبی یا فلاں فرشتہ میری حاجت روائی کر (درِ مختار)

ان اولیاء و آئمہ کرام کے ارشادات ایسے ہی ہیں جیسے یہ سوال اور جواب۔
ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ (المائدہ ۱۱۶)
کیا تونے لوگوں سے کہا تھا مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنا لینا عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے (میری توبہ) تو پاک ہے میں ناحق بات کبھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ اب نہ جانے بزرگوں کا احترام کرنے والے ہم ہیں یا وہ لوگ جو ان کی نصیحت کو نہیں مانتے ہیں۔

قرآن مجید اور وسیلہ

اور قرآن مجید میں ہے:۔
وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَلَآ اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ (اعراف ۱۹۷)
جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمہاری مدد کر سکتے اور نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔
مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُکُمْ مِّنَ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَۃً (احزاب ۱۷)
اگر اللہ تعالےٰ تمہارے ساتھ برائی یا مہربانی کا ارادہ کرے تو اسے کون روک سکتا ہے۔
مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ (فاطر ۲)
اللہ تعالیٰ جس کے لیے رحمت کھول دے اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے بند کر دے اس کے بعد اسے کوئی جاری کرنے والا نہیں۔
اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا

وَّلَا یَعۡقِلُوۡنَ (زمر ۴۳)
کیا اُنھوں نے اللہ کے سوا سفارشی بنا رکھے ہیں ؟ کہہ دیجیے اگرچہ وہ کسی شئے کے مالک نہ ہوں اور نہ انہیں پتہ ہو۔
وَالَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ لَا یَسۡتَجِیۡبُوۡنَ لَہُمۡ بِشَیۡءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیۡہِ اِلَی الۡمَآءِ لِیَبۡلُغَ فَاہُ وَمَا ہُوَ بِبَالِغِہٖ وَمَا دُعَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ (رعد ۱۴)
اور جنہیں یہ خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ اُن کی ذرا بھی منظور نہیں کر سکتے ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی اپنے ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے تاکہ وہ (اُڑ کر) اُس کے مُنہ میں پہنچ جائے حالانکہ وہ اُس کے منہ میں از خود پہنچنے والا نہیں کافروں کو پکارنا محض بے اثر ہے۔
اَفَاتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لِاَنۡفُسِہِمۡ نَفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا (رعد ۱۶)
کیا تم نے اللہ کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں جو خود اپنی ذات کے لیے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔
اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا عِبَادِیۡ مِنۡ دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ (کہف ۱۰۲)
کیا کافروں کا یہ خیال ہے کہ میرے علاوہ میرے بندوں کو اولیاء (کارساز) بنا لیں۔
مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ (بقرۃ ۲۵۵)
کون ہے جو اللہ کے ہاں بغیر اُس کی اجازت کے سفارش کر سکے۔

ان مُردوں کو کب کہاں اور کس نے اجازت دی ہے۔

اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِیۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡا وَرَاَوُا الۡعَذَابَ وَتَقَطَّعَتۡ بِہِمُ الۡاَسۡبَابُ (بقرہ ۱۶۶)

جب بزرگ اپنے پیروؤں سے اظہار بیزاری کریں گے اور انہیں عذاب نظر آئے گا اور سب اسباب و وسیلے کٹ کر رہ جائیں گے۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن ؎
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

احادیث اور وسیلہ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ سے ارشاد فرمایا۔

اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ۔ (ترمذی)

جب مانگو تو اللہ سے مانگو اور جب مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔

نَھَی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَ اَنْ یبنی عَلَیْہِ وَ اَنْ یُّقْعَدَ عَلَیْہِ (عن جابر۔ مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اس پر عمارت بنانے اور اُس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

نَھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَ اَنْ یُّکْتَبَ عَلَیْھَا وَ اَنْ تُوْطَاءَ۔

(عن جابر۔ ترمذی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے اُن پر لکھنے اور اُنہیں پاؤں کے ساتھ روندنے سے منع فرمایا۔

اَلَا وَ اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ہِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذٰلِکَ — (عن جندب بن عبد اللہ مسلم)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ۔

(ابوداؤد وغیرہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر انہیں سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور جو ان پر چراغ جلاتے ہیں لعنت فرمائی۔

یَسْئَلُ اَحَدُکُمْ رَبَّہٗ حَاجَتَہٗ کُلَّھَا حَتّٰی شِسْعَ نَعْلِہٖ اِذَا انْقَطَعَ۔ (ترمذی)

اپنی ہر ضرورت کی چیز خدا سے مانگو یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ بھی جب وہ ٹوٹ جائے۔ یعنی تقویٰ تو یہ ہے کہ انسان جو شئے غیر سے مانگ سکتا ہے وہ بھی نہ مانگے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَھُوَ یَشْتَرِطُ عَلَیَّ اَنْ لَّا تَسْاَلَ النَّاسَ شَیْئًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَلَا سَوْطَکَ اِنْ سَقَطَ مِنْکَ حَتّٰی تَنْزِلَ اِلَیْہِ فَتَاخُذَہٗ (احمد)

ابوذرؓ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر مجھ سے شرطیہ عہد لیا کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرنا میں نے کہا جی بہتر فرمایا تمہاری سونٹی بھی گر پڑے تو خود (سواری سے) اتر کر پکڑنا۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

بزرگانِ دین اور وسیلہ

ابن عباس رضؓ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا (نوح)

وُد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر۔ کو چھوڑ نہ دینا۔

اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

اَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ فَلَمَّا هَلَكُوْا اَوْحَى الشَّيْطَانُ اِلٰى قَوْمِهِمْ اَنِ انْصِبُوْا اِلٰى مَجَالِسِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ اَنْصَابًا وَ سَمُّوْهَا بِاَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوْا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتّٰى اِذَا هَلَكَ اُولٰئِكَ وَ نُسِخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ (بخاری)

یہ قوم نوح کے بزرگوں کا نام تھا وہ فوت ہوئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈالی جہاں وہ بیٹھتے تھے وہاں اُن کے نام پر کچھ نشان کھڑے کر دو چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اس وقت تو اُن کی عبادت نہ ہوئی جب یہ طبقہ بھی فوت ہو گیا اور علم جاتا رہا تو اُن کی پوجا شروع ہو گئی۔

شامی: وَاَمَّا الْبِنَاءُ عَلَيْهِ فَلَمْ اَرَ مَنِ اخْتَارَ جَوَازَهٗ (شامی ج ۱ ص ۹۳۷)

میری نگاہ میں کوئی ایسا آدمی نہیں جس نے قبر پر عمارت کو جائز کہا ہو۔

وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ يُكْرَهُ اَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ بِنَاءٌ مِنْ بَيْتٍ اَوْ قُبَّةٍ وَ نَحْوِ ذٰلِكَ (حوالہ ایضاً)

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قبر پر مکان یا قبہ وغیرہ بنانا منع ہے۔

ایک وہم کا ازالہ روضۂ نبویؐ کے بارے میں کسی کے ذہن میں سوال اُبھرے تو اُس کے لیے ذیل کی دو حدیثوں کا مطالعہ مفید رہے گا۔

آپؐ کو کہاں دفن کیا جائے اس پر سوچ بچار ہوئی تو ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ مَا قُبِضَ نَبِیٌّ اِلَّا دُفِنَ حَیْثُ یُقْبَضُ۔

(سیرت ابن ہشام)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے ہر نبی کو اُسی جگہ دفن کیا گیا جہاں اُس کی رُوح قبض کی گئی۔

عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ صلی اللہ عَلَیْہِ وسلم فِیْ مَرَضِہٖ الَّذِیْ لَمْ یَقُمْ مِنْہُ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ فَلَوْلَا ذٰلِکَ اُبْرِزَ قَبْرُہٗ غَیْرَ اَنَّہٗ خُشِیَ اَنْ یُّتَّخَذَ مَسْجِدًا (بخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے آنحضرتؐ نے اپنی مرضِ وفات میں فرمایا یہود ونصاریٰ پر خدا کی لعنت جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ فرماتی ہیں اگر مسجود بننے کا ڈر نہ ہوتا تو آپؐ کی قبر کو کھلا رکھا جاتا۔

قاضی ثناء اللہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ ارشاد الطالبین صـ۱۹ میں فرماتے ہیں۔ قبروں کا طواف دُرست نہیں کیونکہ طواف نماز کے حکم میں ہے اور یہ بیت اللہ کا حق ہے زندہ اور مُردہ ولیوں اور نبیوں سے دُعا کرنا درست نہیں۔ نیز فرمایا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ جائز نہیں شرک اور کفر ہے۔ اسی طرح وظیفہ کے طور پر یا محمدؐ کہنا ناجائز ہے۔

امام ابوحنیفہؒ

ایک شخص صالحین کی قبروں کے پاس کہہ رہا تھا۔ هَلْ لَکُمْ مِنْ خَبَرٍ وَ هَلْ عِنْدَکُمْ مِنْ اَثَرٍ اِنِّیْ اَتَیْتُکُمْ وَ نَادَیْتُکُمْ مِنْ شُھُوْرٍ وَ لَیْسَ سُؤَالِیْ مِنْکُمْ اِلَّا الدُّعَاءَ فَهَلْ دَرَیْتُمْ اَمْ غَفَلْتُمْ۔

تمہیں کچھ علم ہے تم پر کچھ اثر ہے؟ میں تمہیں کئی ماہ سے آکر آواز دے رہا ہوں اور میری درخواست تم سے صرف یہی ہے کہ میرے حق میں دُعا کرو۔ تم نے کچھ جانا بھی یا غافل و بے خبر ہو؟ یہ سُن کر امام ابو حنیفہؓ نے اس سے پوچھا ھَلْ اَجَابُوْا لَكَ کوئی جواب ملا۔ بولا نہیں تو فرمایا:۔

سُحْقًا لَكَ وَتَرِبَتْ يَدَاكَ كَيْفَ تُكَلِّمُ اَجْسَادًا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ جَوَابًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَلَا يَسْمَعُوْنَ صَوْتًا۔

تجھ پر لعنت ہو اور خاک آلود ہوں ہاتھ تیرے تو کیسے باتیں کرتا ہے۔ ان جسموں سے جو جواب نہیں دے سکتے جو کسی شے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اور جو آواز نہیں سُن سکتے۔ (غرائب)

رازیؒ: امام رازیؒ فرماتے ہیں:۔

اِنَّهُمْ وَضَعُوْا هٰذِهِ الْاَصْنَامَ وَالْاَوْثَانَ عَلٰى صُوَرِ اَنْبِيَائِهِمْ وَاَكَابِرِهِمْ وَزَعَمُوْا اَنَّهُمْ مَتٰى اشْتَغَلُوْا بِعِبَادَةِ هٰذِهِ التَّمَاثِيْلِ فَاِنَّ اُولٰئِكَ الْاَكَابِرَ شُفَعَاءُ هُمْ عِنْدَ اللّٰهِ نَظِيْرُهٗ فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ اشْتِغَالُ كَثِيْرٍ مِّنَ الْخَلْقِ بِتَعْظِيْمِ قُبُوْرِ الْاَكَابِرِ عَلٰى اعْتِقَادِ اَنَّهُمْ اِذَا عَظَّمُوْا قُبُوْرَهُمْ فَاِنَّهُمْ يَكُوْنُوْنَ شُفَعَاءَ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ۔

(تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۵۳)

کافروں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کے ہم شکل بُت بنا لیئے تھے اور سمجھ لیا تھا اگر وہ [illegible] کریں تو یہ اکابر اللہ کے ہاں ان کے سفارشی بن جاتے ہیں۔ ٹھیک جس طرح آج کل بہت سے لوگ قبروں کی تعظیم بجا لانے میں مصروف ہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ اس تعظیم سے اہل قبور اُن کے لیے اللہ کے ہاں سفارشی بن جاتے ہیں۔

شاہ ولی اللہؒ

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ مشرکوں کا وہ فرقہ مسلمانوں کے ساتھ اس امر میں تو موافق ہے کہ بڑے بڑے امور کی تدبیر اور قطعی حاکم کرنے کا منصب تو خدا ہی کو ہے۔ اُس نے کسی کو اختیار نہیں دیا۔ لیکن وہ باقی امور میں مسلمانوں کے موافق نہیں۔ ان کا مذہب ہے کہ پہلے صلحاء نے جو خدا کی خوب عبادت کی ہے اس سے بارگاہِ الٰہی میں مقرب ہو گئے ہیں۔ خدا نے الوہیت کا مرتبہ ان کو عطا کر دیا ہے اس واسطے وہ بہ نسبت اور مخلوقات کے پرستش کے مستحق ہو گئے ہیں۔ جیسے کوئی شخص کسی شہنشاہ کی نہایت خدمت کرتا ہے تب شہنشاہ اُس کو ملکی خلعت عطا کر کے کسی شہر کی حکومت اور انتظام اُس کے متعلق کر دیتا ہے۔ اس لیے وہ مستحق ہو جاتا ہے کہ اس شہر کے لوگ اس کی خدمت اور اطاعت کریں۔ مشرکین کا قول ہے کہ بغیر ان کی پرستش شامل کیے عبادت مقبول نہیں ہوتی بلکہ خدا کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے اس کی عبادت سے تقربِ الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔ البتہ ان لوگوں کی پرستش ضروری ہے تاکہ یہ قربِ الٰہی کے ذریعہ بن جائیں۔

(توحید کا بیان حجۃ اللہ البالغہ مترجم)

ہمارے قبوری حضرات کو اس آئینہ میں اپنا عکس بخوبی نظر آ سکتا ہے۔

اُولٰئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعُ

ان تصریحات کے بعد یا اللہ مدد کے مقابلے میں یا رسول اللہ مدد اور یا علی مدد جیسے نعروں اور سٹکروں کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔

اہل وسیلہ کا قرآن مجید سے استدلال

پسند اپنی اپنی لیکن معاف رکھنا ہمارے بھائیوں کو ان محکم آیات واضح احادیث اور اقوالِ زریں میں سے کچھ بھی پسند نہیں۔ اس سلسلہ میں انہیں صرف ایسی آیتیں پسند ہیں جن سے شرک کے لیے بالجبر گنجائش نکل سکے۔ مثلاً

اصحاب القبور یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ۔

(الممتحنہ ۱۳)

اے ایمان والو! اس قوم سے دوستی مت رکھو جن پر اللہ تعالےٰ ناراض ہوگیا وہ آخرت سے مایوس ہو گئے جیسے مایوس ہو گئے کافر اہلِ قبور سے۔ کہتے ہیں دیکھا اہل قبور سے نا اُمید ہونا کافروں کا کام ہے۔ حالانکہ اس جگہ من بیانیہ ہے اور معنی یہ ہے کہ کافر جو اہل قبور سے ہیں یعنی مرے ہوئے وہ مایوس ہوگئے۔ (اللہ کی رحمت سے) کیونکہ اِنَّهٗ لَا یَیْاَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (یوسف ۸۷)

کافر ہی اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں، اور اگر کفّار سے زندہ کافر مراد لیے جائیں تو مطلب یہ ہو گا جیسے وہ مایوس ہو گئے (اپنے عقیدے کے مطابق) مرنے والوں کے حشر نشر سے۔

یہی تشریح احمد رضا خاں والے ترجمہ قرآن مجید میں نعیم الدین صاحب نے کی ہے۔

زندہ مُردوں سے اُمیدیں رکھیں اس کا تو کسی مفسّر نے مشورہ نہیں دیا۔ کوشش کر کے بھی اسی مفہوم کو کامیاب نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ کافر

لوگ نہ صرف اہل قبور سے پُر اُمید تھے بلکہ باقاعدہ ان کے پرستار تھے، فوت شدہ بزرگوں سے بھلا ان کی مایوسی چہ معنی دارد۔ اسی جرم کی وجہ سے تو وہ مغضوب ٹھہرے۔ اپنی قوم کو تو یہ پٹی نہ پڑھائیے۔ یہ کیسی خیر خواہی ہے۔

تجھے بتوں سے اُمیدیں خدا سے نااُمیدی
بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ (بنی اسرائیل)

پاک ہے وہ خدا جو لے گیا اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے آس پاس ہم نے برکت رکھی ہے۔

کہتے ہیں برکت سے مراد قبور انبیاء ہیں۔ تفسیر بھی وہ کریں گے جو کسی نے نہ کی ہوگی۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے اَیْ فِی الزُّرُوْعِ وَالثِّمَارِ یعنی برکت کھیتیوں اور پھلوں میں۔

بیضاوی میں ہے۔ بِبَرَکَاتِ الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا لِاَنَّہٗ مَہْبِطُ الْوَحْیِ وَمُتَعَبَّدُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مِنْ لَّدُنْ مُوْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَمَحْفُوْفٌ بِالْاَنْہَارِ وَالْاَشْجَارِ۔

دین و دنیا کی برکتیں کیونکہ وہ جگہ ایک تو مہبط وحی اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے انبیائے کرام کی عبادت گاہ رہی ہے اور دوسرے اس میں نہروں اور درختوں کی بہتات ہے۔

جلالین میں ہے بالثمار والانہار۔ یعنی پھلوں اور نہروں کی برکتیں۔ چنانچہ واقعی بیت المقدس ایک زرخیز مقام ہے۔ نعیم الدین صاحب نے بھی خزائن العرفان میں یہی مطلب بیان کیا ہے۔ قبریں مراد نہیں لی

ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے حق میں دعا فرمائی تھی وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا (عن عائشہ بخاری)

اور یا اللہ اس کے پیمانوں میں برکت فرما۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے بارے میں فرمایا تھا۔

وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ (ابراہیم) اور انہیں پھل عطا فرما۔

کسی شہر کی آبادی کے لیے یہ بڑا ضروری ہوتا ہے چنانچہ فرمایا۔

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰى اِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا (قصص ۵۷)

کیا ہم نے انہیں امن والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل کھنچے آتے ہیں جو ہماری طرف سے رزق ہیں۔

مکہ مکرمہ میں کسی نبی کی قبر نہیں سنی کیا وہ مبارک نہیں تدفین نبویؐ سے پیشتر مدینہ میں کسی نبی کی قبر نہیں تھی کیا وہ بھی برکت سے محروم تھا۔ آپ کسی کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ تو کیا اس کے لیے موت اور قبر کی دعا کرتے ہیں۔ برکت سے مراد قبریں لی جائیں تو ہماری زندگی میں بہت سے لطیفے پیدا ہو جائیں گے۔ جہاں تک عبادت گاہ ہونے کی حیثیت سے برکت کا تعلق ہے تو ان تینوں کا مقام مسلم ہے۔ یہ ان کی امتیازی صفت ہے۔ حضورؐ نے ان کی تحدید و تعیین فرما دی ہے۔ اہلسنت ہوتے ہوئے ہمیں کسی شہر کو ان پر قیاس نہیں کرنا چاہیے اپنی طرف سے کسی مقام کو متبرک بنا دینا اور کسی کے ساتھ لفظ شریف کا اضافہ کر دینا کوئی شرافت نہیں ہے۔

مذکورہ شہروں میں عبادت گاہوں کی وجہ سے ماحول کو فضیلت عطا ہوئی ماحول کی وجہ سے عبادت گاہوں کو برکت نہیں ملی۔

یستفتحون قرآنِ مجید میں ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا (البقرہ - ۸۹)

صاحب کنز الایمان احمد رضا خاں صاحب اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

حاشیہ پر نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآنِ کریم کے نزول سے قبل یہود اپنی حاجات کے لیے حضورؐ کے نام پاک کے وسیلہ سے دُعا کرتے اور کامیاب ہوتے۔

اس آیت کے شانِ نزول کے طور پر حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ خیبر کے یہودی قبیلہ غطفان کے خلاف جنگ لڑتے تو یہ دُعا پڑھتے۔ اللّٰھُمَّ انا نسئلك بحق محمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ فی آخر الزمان الا نصرتنا علیھم (مستدرک حاکم کتاب التفسیر ج ۲ صـ ۲۶۳)

یا اللہ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں نبی امی محمدؐ کے حق کے ساتھ جن کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ تو انہیں آخر زمانہ میں مبعوث فرمائے گا۔ لہٰذا تو ہماری ان (کافروں) پر مدد فرما۔

یہ روایت قطعًا ناقابلِ اعتبار ہے۔ اس میں ایک راوی عبدالملک بن ہارون کو اصحابِ جرح و تعدیل نے دجال کذاب اور حدیثیں وضع کرنے والا لکھا ہے۔ اس روایت کے بناوٹی ہونے کی تائید خود اس دُعا کے الفاظ سے بھی ہو رہی ہے۔ کیونکہ یہودی تو اپنی قوم میں مبعوث ہونے والے نبی کے منتظر تھے اور وہ اہل کتاب تھے۔ لہٰذا ان کا اپنی دعا میں اُمّی کا لفظ بولنا کیا معنی رکھتا ہے۔ بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو بھی یہود کا فعل ہمارے لیے حجت نہیں۔

علمائے بریلویہ نے آیت مذکورہ کی جو تشریح کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ آیت میں ہرگز کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جس کا معنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ہو۔ آیت کا صحیح مطلب یہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے ساتھ مشرکین عرب پر مدد چاہتے تھے۔ جب آپ کی بعثت ہو گئی تو انہوں نے دیکھا کہ آپؐ ان میں سے نہیں ہیں تو ازراہِ حسد انکار کر دیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۲۴)

مدد چاہنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حضورؐ کو وسیلہ بناتے تھے۔ بلکہ یہ ہے جیسا کہ ابوالعالیہ فرماتے ہیں یقولون اللّٰھم ابعث ھذا الذی نجدہ مکتوبًا عندنا حتیٰ نعذب المشرکین ونقتلھم۔ کہتے تھے یا اللہ اس نبی کو بھیج جسے ہم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں تاکہ ہم مشرکین کو سزا دیں اور قتل کریں۔ (ایضًا)

اعینونی

ذوالقرنین نے کہا تھا اَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ (کہف) مدد کرو میری قوت (بازو) سے۔

کہتے ہیں دیکھا ذوالقرنین نے غیر سے مدد مانگی۔ مگر سوال یہ ہے کیا یہ استمداد اہلِ قبور سے تھی؟

سُجَّدًا

قرآن پاک میں ہے: وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (البقرۃ ۵۸) اور داخل ہو جاؤ دروازے میں سے سجدہ کرتے ہوئے۔

اس کے متعلق کہتے ہیں یہ سجدہ قبورِ انبیاء کی وجہ سے تھا۔ انہیں ہر جگہ قبریں ہی نظر آتی ہیں "بلی کو چھیچھڑوں کی خوابیں" حالانکہ یہ فتح کی خوشی میں اظہارِ عجز و نیاز ہے۔ یا سجدۂ تشکر کہہ لیجیے۔

حضورِ اکرمؐ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو سواری پہ بیٹھے بیٹھے بالکل جھک گئے۔ اور پھر بعد میں آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی حضرت سعدؓ بن ابی وقاص

فاتحانہ ایوانِ کسریٰ میں داخل ہوئے تو اس سُنّت کے مطابق آٹھ رکعت نمازِ فتح پڑھی سورہ اذا جآء نصر اللہ میں بھی اسی طرح کی ہدایت بیان فرمائی گئی ہے سجدہ صرف اللہ تعالےٰ کے لیے مخصوص ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مسئلہ پر حاکمِ وقت کو ناراض کر لیا تھا۔ فرمایا اے جہانگیر! کیا یہ کھلی حماقت نہیں کہ میں اپنے ہی جیسے ایک بے بس اور مجبور انسان کو سجدہ کروں؟ نیز فرمایا یہ گردن سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے آگے نہیں جُھک سکتی۔

گردن نہ جُھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

معلوم ہوتا ہے اس قوم کو صرف ان بزرگوں کی قبروں سے عشق ہے ان کی ذات سے ان کے مشن سے ان کے نصب العین سے ان کی تعلیم سے اور ان کے نعرہ حق سے انہیں کوئی دلچسپی اور لگاؤ نہیں۔

اصحاب کہف پر مسجد

قرآن مجید میں ہے: قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا (کہف ۲۱)

جو اپنے کام پر غالب تھے انہوں نے کہا ہم ان (اصحابِ کہف) پر مسجد بنائیں گے۔

کہتے ہیں اس سے بزرگوں کی قبروں پر مسجد بنانے کا ثبوت ملا۔ مزید تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تردید نہیں فرمائی یہ دلیل نہایت ناقص ہے۔ یہ اللہ پاک کا حکم یا کسی نبی کا فرمان نہیں۔

کچھ لوگوں کی رائے نقل کی گئی ہے۔ جو مجتہد کے اجتہاد کی طرح نادرست بھی ہوسکتی ہے۔ باقی ان کا یہ کہنا کہ اللہ تعالےٰ نے تردید نہیں فرمائی اہلسنت کے شایانِ شان نہیں۔ کیا انہیں اللہ تعالےٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد نہیں۔ لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبورِ انبیاءھم مساجد (بخاری مسلم) یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔

نیز فرمایا الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیاءھم مساجد فانی انھاکم عن ذلک (مسلم)

خبردار تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیتے تھے۔ میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

ایک روایت میں فرمایا اولٰئک شرار خلق اللہ (بخاری مسلم)

یہ بدترین مخلوق ہیں۔

غَلَبُوْا عَلٰی اَمْرِهِمْ کے مطابق ہوسکتا ہے عام موحدین کے برعکس برسرِ اقتدار طبقے اور سرکاری پادریوں یعنی اوقاف کے بڑے مولویوں کے دماغ میں کسی جُرم نے جنم لیا ہو۔ جو ایک غلط سوچ تھی شرک سے بچنے کے لیے ہی تو انھوں نے روپوشی اختیار کی تھی اب وہی امر خود اُن کے ساتھ روا رکھا جانے لگا تھا۔ عقیدت کا غلط مظاہرہ جس طرح مشرکوں اور کافروں سے ہوتا ہے اسی طرح مسلمانوں سے بھی ہوجایا کرتا ہے۔ فی زمانہ اس کی مثالوں کی کمی نہیں۔ توحید پھیلانے والوں کی قبریں شرک کا گڑھ بنی ہوئی ہیں۔

بلکہ اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ صحیح مسلمان نہیں تھے۔ قیامت اور دوبارہ جی اُٹھنے کو محال جانتے تھے۔ تبھی اللہ تعالےٰ نے ان پر اصحاب کہف کا حال منکشف فرمایا۔ تو ایسے لوگوں کی بات کس طرح سند بن سکتی

ہے۔

اس کا جواب یوں بھی دیا جا سکتا ہے کہ ممنوع تو قبر کو سجدہ کرنا ہے۔ یا قبر پر مسجد بنانا ہے۔ پہلے اصحاب کہف کی قبریں تو ثابت کیجیے۔ بہر حال کچھ بھی ہو ہمارے پیارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سخت بیزاری ظاہر فرما دی ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہونا چاہیے۔

پورا سیٹ ہمارے مسلمان بکنے والی قبروں کے پاس مسجدیں بڑے شوق سے بنواتے ہیں۔ ادھر روضہ ہو اُدھر مسجد ہو یہ گویا ایک پورا سیٹ ہوتا ہے۔ اور شاید ریس کرتے ہیں مسجد نبویؐ کی اور روضہ نبوی کی حالانکہ مسجد نبوی پہلے تعمیر ہوئی تھی۔ اور قبر مبارک بعد میں ایک حجرے میں بنی۔ اس کی وجہ بھی انبیائے کرام کا یہ امتیازی وصف ہے۔ کہ وہ جہاں وفات پاتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہاں دفن ہونے کا موقع مل گیا۔ اور پھر توسیع کی بنا پر وہ احاطہ مسجد کے گھیرے میں آ گیا۔

قبر پر مسجد یا مسجد میں قبر

یہ قطعًا جائز نہیں کہ قبروں پر مسجدیں بنیں اور ہمارے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ مسجدوں کے ساتھ قبریں بنیں۔

نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّصَلّٰى فِيْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِي الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَفِي الْحَمَّامِ وَفِيْ مَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بيت اللّٰهِ۔

(عن ابن عمر ترمذی)

نبی علیہ السلام نے سات مقامات یعنی کوڑے کی جگہ مذبح مقبرہ راستہ

غسل خانہ اونٹوں کے باڑوں اور خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

الزام یہ کس قدر گھٹیا ذہن ہے کہ انسان مسجد میں نماز پڑھے اور اس کی نماز دعا اس لیے قبول نہ ہو کہ وہ دربارِ الٰہی میں حاضر ہے۔ بلکہ اس لیے قبول ہو کہ پاس ایک بزرگ کی قبر ہے۔

یہ سمجھنا کہ بزرگوں کی قبروں سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ ان پر اترنے والے انوار سے زائرین کو فیض پہنچتا ہے اور دعا زیادہ قبول ہوتی ہے محض وہم ہے۔ کتاب وسنت اور فقہ ائمہ اربعہؒ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہر قسم کی آلائش سے پاک اور مبرا ہونی چاہیے۔ اگر ہم واقعی فیضانِ نور کے طلب میں مخلص ہیں تو وہ قرآن پاک کی تلاوت سے حاصل ہوتا ہے جس کا ثبوت احادیث (مثلاً ابوداؤد بیہقی وغیرہ) میں موجود ہے۔ خود قرآنِ مجید میں ہے وانزلنا الیکم نوراً مبینا (النساء ۱۷۴) اور ہم نے تمہاری طرف جگمگاتا نور اتارا۔

جن لوگوں کو محکم آیات اور واضح نصوص پسند نہیں اللہ تعالیٰ ان کے لیے یہ آیت پسند فرماتے ہیں۔

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ۔ (آل عمران)

جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ اور تاویل کے لیے متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں۔

اہل وسیلہ کا احادیث سے استدلال

إِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُورِ فَاسْتَعِينُوا بِأَهْلِ الْقُبُورِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پریشان حالی میں اہل قبور سے مدد چاہو۔

یہ بالکل گپ ہے ھو کلام مکذوب باتفاق العلماء۔

(اقتضاء الصراط ص۵۸۵)

یہ سارے علماء کے نزدیک جھوٹ ہے۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:۔

ایں حدیث قولِ مجاوراں است برائے اخذ نذر و نیاز بر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم افترا کردہ اند۔ (بلاغ المبین ص۵۳)

یہ حدیث مجاوروں کا قول ہے جو انہوں نے نذرانے وصول کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط منسوب کر رکھا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا جب راستہ بھول جاؤ تو کہو۔

اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ (حصن حصین)

اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

اس میں انقطاع و نکارت ہے عتبہ بن غزوان راوی مجہول ہے لہٰذا قابلِ استدلال نہیں بالفرض صحیح ہو تو اس سے عام زندہ افراد مراد ہوں گے۔

فرمایا: مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ (دارقطنی، بیہقی)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ انتہا درجہ کی ضعیف ہے۔

فرمایا: مَنْ زَارَنِیْ مِنْ بَعْدِ مَمَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔

جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی گویا اُس نے میری زندگی میں زیارت کی۔ (موضوع ہے)

فرمایا: زوروا القبور فانھا تذکرکم الموت (عن ابی ھریرہ مسلم ج ۱ ص۳۱۴) قبروں کی زیارت کیا کرو۔ یہ تمہیں موت یاد دلاتی ہیں۔

اس سے قبر پرستوں والی مروجہ زیارت مراد لینا نہایت کم عقلی ہے۔
پیچھے آپ پڑھ آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ حرام مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے سوا کہیں بھی شد رحال (یعنی سفر زیارت) کرنے سے منع فرمایا ہے (عن ابی سعید الخدری ۔ بخاری و مسلم)

مذکورہ بالا حدیث بھی کتاب ہذا کے صفحہ ۳۳ پر مکمل بیان ہوئی ہے جس کے شروع الفاظ اس طرح ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ صاحبہ کی قبر پر تشریف لے گئے ۔ اتنا روئے کہ دوسروں کو بھی رُلا دیا۔ فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت مانگی لیکن نہیں ملی ۔ زیارت قبر کی اجازت مانگی تو مل گئی ۔ پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں موت یاد دلاتی ہیں ۔ ظاہر ہے کہ اس میں عرس وغیرہ کا کوئی تصور نہیں ۔ نہ ہی خیر القرون میں عرس کا کوئی تصور پایا جاتا ہے ۔ قبروں کی زیارت کا مسنون طریقہ فقط اتنا ہی ہے کہ اہل قبور کے لیے دُعا کی جائے اور عبرت پکڑی جائے ۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے ویکرہ عند القبر ما لم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما (ج ا ص ۱٦٦)

جو کام سنت سے ثابت نہیں وہ قبر کے پاس کرنا مکروہ ہے ۔ سنت سے ثابت صرف اس کی زیارت کرنا اور وہاں کھڑے دُعا کرنا ہے ۔

حضورؐ نے فرمایا : اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰہُ یُعْطِیْ (صحیحین)

میں بانٹتا ہوں اللہ دیتا ہے ۔

اس سے مراد دولت و رزق نہیں بلکہ حافظ نورلشتی کی شرح کے مطابق علم و حکمت ہے مکمل حدیث یوں ہے :۔

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ

وَاللّٰہُ یُعْطِیْ - اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرے اُسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے - میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے -

لیکن اس حدیث کو اہلِ وسیلہ بھول گئے -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- یَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُہٗ یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ -

(عن ابراھیم بن عبد الرحمٰن العذری - بیہقی)

ہر زمانے کے ثقہ لوگ اس علم کا بار اُٹھا کر تجاوز کرنے والوں کی تحریف کو جھوٹ بولنے والوں کے افترا کو اور جاہلوں کی تاویل کو اس سے دُور کریں گے -

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی -

یا اللہ ہمیں اپنے محبوب اور پسندیدہ کاموں کی توفیق دے -

زیرِ نظر کتاب انہی جذبات کے تحت احاطہ تحریر میں لائی گئی ہے -

---

ان کی پسندیدہ حکایات

کچھ لوگ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس استسقاء کی غرض سے آئے تو آپ نے فرمایا -

اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا مِنْہُ کُوًّی اِلَی السَّمَآءِ حَتّٰی لَا یَکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ السَّمَآءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا (عن ابی الجوزاء - دارمی)

حضورؐ کی قبر کو دیکھو اُوپر سے ایک سوراخ نکالو یہاں تک کہ قبر اور

آسمان کے درمیان کوئی چھت حائل نہ رہے چنانچہ انہوں نے ایسا کیا موضوع ہے۔

(فتاویٰ کبریٰ ابن تیمیہ)

قبوری حضرات کو اگر یہ طریقہ منظور ہے تو انہیں چاہیے کہ پھر کم ازکم اپنے مزاروں کی چھتیں تو پھاڑ ڈالیں

مالک الداریؒ

حافظ ابن حجرؒ نے بحوالہ ابن ابی شیبہ خازنِ حضرت عمرؓ مالک الداری سے روایت بیان کی ہے کہ خشک سالی کے دنوں میں ایک شخص نے قبر نبویؐ پر حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ استسق لامتك فانهم قد هلكوا ۔ اے اللہ کے رسول اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجیے وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ تو خواب میں اسے کہا گیا کہ عمرؓ کے پاس جاؤ۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ سیف نے فتوح میں تحریر کیا ہے کہ خواب دیکھنے والے بلال بن حارث المزنی صحابی ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۵)

حافظ ابن حجرؒ کا اس روایت کو صحیح کہنا اہل علم کے نزدیک محلِ نظر ہے۔ کیونکہ مالک الداری مجہول شخص ہے (ترغیب منذری مجمع الزوائد ہیثمی)

نیز سیف بن عمر التمیمی کی شہادت بھی کچھ معتبر نہیں۔ علامہ ناصر الدین البانی اس کے متعلق فرماتے ہیں متفق علی ضعفه ۔ اس کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اور ابن حبانؒ کا قول نقل کرتے ہیں يروي الموضوعات عن الاثبات وقالوا انه كان يضع الحديث (کہ یہ سیف خود حدیثیں گھڑ کر ثقہ راویوں کے ذمہ لگا دیتا تھا)

(التوسل و انواعہ و اقسامہ)

لوگ اس روایت سے اہل قبور کے وسیلہ پر استدلال کرتے ہیں۔
مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس میں اس کی تردید ہے کیونکہ خواب دیکھنے والے
کو یہ نہیں تبلایا گیا کہ میں دُعا کرتا ہوں (اور پھر بارش ہو گئی ہو)
بلکہ صحیح طریقہ تبلایا گیا کہ عمرؓ کے پاس جاؤ۔ جو کہ حیات تھے اور
وقت کے امیر المومنین تھے۔

سواد بن قارب کہا جاتا ہے کہ سواد بن قارب نامی ایک شخص نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند اشعار
پڑھے تھے۔ جن میں ایک یہ تھا۔

وانك ادنی المرسلین وسیلۃ الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطائب

آپ اللہ تعالیٰ کی طرف پیغمبروں میں قریب ترین وسیلہ ہیں۔ اے
اچھے لوگوں کے بیٹے۔ (طبرانی کبیر)

یہ روایت متعدد سندوں سے مروی ہے۔ مگر کوئی بھی صحیح نہیں۔
مجمع الزوائد میں اسے ضعیف کہا گیا ہے۔ نیز اس روایت کے مطابق
جس وقت یہ اشعار پڑھے گئے۔ اس وقت حضورؐ حیات بھی تو تھے۔

امام شافعیؒ امام ابو حنیفہؒ کی قبر پر

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:۔

اِنِّیْ لَاَتَبَرَّکُ بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَجِیْئُ اِلٰی قَبْرِہٖ فَاِذَا عَرَضَتْ
لِیْ حَاجَۃٌ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ وَسَأَلْتُ اللّٰہَ عِنْدَ قَبْرِہٖ فَتُقْضٰی
سَرِیْعًا۔ (در المختار شامی ج ۱ مقدمہ ص ۵۱)

میں ابو حنیفہؒ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور آپ کی قبر پر آتا ہوں
جب مجھے کوئی حاجت پیش ہوتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کے آپ کی
قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتا ہوں تو فوراً قبول ہو جاتی ہے۔

یہ امام شافعیؒ پر اتہام ہے۔ ان کے اپنے علاقہ حجاز میں امام ابوحنیفہؒ سے کہیں بہتر لوگوں کی قبریں موجود تھیں۔ نیز سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اس برکت سے کیوں محروم اور بے خبر رہے؟

امام موسیٰ کاظم مشہور کیا گیا ہے کہ موسیٰ کاظم کا مزار قضائے حاجات کے لیے تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ ان حکایات سے حنفیت کی بے شک تشہیر و اشاعت اور شیعیت کو فروغ ملتا ہو، پر ہیں یہ پرلے درجے کی بے سند اور لغو باتیں۔ کوئی کسی کے بارے میں جو مرضی کہہ دے یا لکھتا پھرے اس کی زبان یا ہاتھ تھوڑا ہی پکڑا جا سکتا ہے۔ حدیثیں موضوع ہو سکتی ہیں تو کیا قصے نہیں موضوع ہو سکتے۔ یونہی نبی علیہ السلام نے نہیں فرمایا من کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (عن عبداللہ بن عمرو بخاری)

جو میری طرف قصداً جھوٹ منسوب کرے وہ جہنم میں اپنی جگہ کا بندوبست کرے۔ کیا خیال ہے اسمائے رجال کی کتابیں سب بے کار محنت ہے اہلسنت جو جھوٹ سچ دیکھ پرکھ کر اور نقد و جرح کے بعد ایمان لانے کے عادی ہیں ایسی فضولیات کا اعتبار نہیں کیا کرتے۔ سچ مچ وہی نہ بن جائیے جیسے لوگ کہا کرتے ہیں "سنی وہ ہوتے ہیں جو قرآن و حدیث کی بجائے سنی سنائی باتوں پر عمل کریں۔"

امام مالکؒ حضرت امام مالکؒ کے سر بھی الزام تھوپا گیا ہے کہ اُنھوں نے امیر المومنین ابوجعفر سے کہا تھا کہ رسول اللہ قیامت میں خدا تک تمہارا وسیلہ اور تمہارے باپ آدم کا وسیلہ ہیں۔ آپ کی طرف رخ کرو اور آپ کی شفاعت طلب کرو خدا یہ شفاعت قبول کرے گا۔ کیونکہ ولو انہم اذ ظلموا الآیۃ۔ (شفا۔ قاضی عیاض)

اس کی سند میں محمد بن حمید جو امام مالکؒ سے روایت کرتا ہے کاذب راوی ہے۔ نیز امام مالک سے اس کی ملاقات ثابت نہیں۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ

وَقَبْرُهٗ قَرِيْبٌ مِنْ سُوْرِهَا مَعْرُوْفٌ اِلَى الْيَوْمِ يَسْتَشْفُوْنَ بِهٖ فَيُشْفَوْنَ۔

(اکمال فی اسماء الرجال)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی قبر قسطنطنیہ کی فصیل کے نزدیک آج بھی مشہور ہے۔ لوگ وہاں سے شفا حاصل کرتے ہیں۔

میں اگر یہ کہوں ایک پجاری نے بت سے شفا مانگی اور وہ صحت یاب ہو گیا۔ کیا اسے جھٹلانے کی ضرورت ہے جس طرح اس سے توحید پر اثر نہیں پڑتا اسی طرح اس سے بھی توحید پر زد نہیں پڑتی۔ کیونکہ کام بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ کوئی کچھ سمجھتا پھرے اسے بیان کرنا تو جرم نہیں۔ نقل کفر کفر نباشد۔

رُوپ کنور

روزنامہ جنگ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۸۷ء کی ایک خبر ملاحظہ ہو

"ستی ہونے والی رُوپ کنور کا گاؤں (دیورالہ بھارت) ہندوؤں کی زیارت گاہ بن گیا۔ ستی کی جگہ کو مقدس قرار دے دیا گیا ہے۔ یہاں آنے والے لوگ ستی کے مقام پر ناریل اور رقم چڑھاتے ہیں۔ اور لوگوں کا کہنا ہے کہ کئی بیمار یہاں آکر صحت یاب ہو گئے ہیں۔ ایک عورت نے کہا وہ طویل عرصہ سے معدہ کے درد میں مبتلا تھی جو یہاں آتے ہی دُور ہو گیا ہے۔"

مزاروں پہ دُعا قبول ہوتی ہے

تو بات یہ ہے اگر کسی مزار پہ جانے سے کسی کی حاجت پوری ہو جائے یا کوئی دُعا قبول ہو جائے تو غلط فہمی کا شکار نہیں ہو جانا چاہیے جو بتوں کو پوجتے ہیں انہیں بھی خدا دیتا ہے جو قبروں کو پوجتے ہیں

انہیں بھی خدا دیتا ہے جو کسی کو بھی نہیں پوجتے بلکہ خدا تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہیں (جیسے دہریے اور کمیونسٹ وغیرہ) انہیں بھی خدا ہی دیتا ہے اور جو صرف خدا تعالیٰ کو پوجتے ہیں ان کی حاجت روائی اور مشکل کشائی بھی خدا ہی کرتا ہے بیچ میں کسی کا عمل دخل نہیں ہوتا۔ اہل توحید کے سوا سب کے لیے رب کائنات کی بے نیازی، بردباری اور رحمت بے پایاں آزمائش بن گئی۔

ورحمتی وسعت کل شیئ فساکتبہا للذین یتقون ویوتون الزکوٰۃ والذین ھم بایتنا یومنون (الاعراف ۱۵۶) اور میری رحمت ہر چیز پر چھا گئی ہے۔ پس میں (آخرت میں) اپنی رحمت ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیز گاری کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما احد اصبر علی اذی یسمعہ من اللہ یدعون لہ الولد ثم یعافیھم ویرزقھم (عن ابی موسیٰ الاشعری بخاری مسلم۔) کوئی تکلیف دہ بات سُن کر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر صبر کرنے والا کوئی نہیں۔ لوگ اس کے لیے اولاد پکارتے ہیں پھر وہ انہیں عافیت دیتا ہے اور انہیں رزق دیتا ہے۔

شیخ سیف الدین عبدالوہابؒ اپنے پدر بزرگوار پیر پیراں شیخ عبدالقادرؒ جیلانی سے مرض الموت میں طالب وصیت ہوئے تو فرمایا۔

عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَخَفْ اَحَدًا سِوَی اللّٰہِ وَلَا تَرْجُ اَحَدًا سِوَی اللّٰہِ وَکِلِ الْحَوَائِجَ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَعْتَمِدْ اِلَّا عَلَیْہِ وَاطْلُبْہَا جَمِیْعًا مِنْہُ وَلَا تَثِقْ بِاَحَدٍ غَیْرَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ اَلتَّوْحِیْدَ اَلتَّوْحِیْدَ ! (فتوح الغیب)

اللہ سے ڈر۔ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈر۔ اللہ کے سوا کسی سے اُمید نہ رکھ سب کام اللہ کو سونپ دے۔ صرف اسی پر اعتماد کر۔ ہر

نشئے اُسی سے مانگ اللہ کے سوا کسی کی مدد پر بھروسہ نہ رکھ توحید کو لازم پکڑ توحید کو لازم پکڑ۔ حضرت پیر صاحبؒ تو یہ حدیث فرمائیں لیکن ان کے ماننے والوں کی ایک جھلک دیکھیے:

ان کے پسندیدہ اشعار

اللہ کے پلّے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ لینا ہے ہم لے لیں گے محمدؐ سے

وہی جو مستوی عرش تھا خُدا ہو کر
اُتر پڑا مدینے میں مصطفےٰ ہو کر

اس امر پر ایمان ہے کہ خالق نے
ظہور میں تیری صورت کو اختیار کیا
بلا کے عرش پہ حق نے تجھے شب معراج
ترے سپرد خدائی کا اقتدار کیا

روا باشد انا الحق از درختے
چرا نبود روا از نیک بختے

باہو بایک نقطہ یاہو مے شود
در دباہو روز و شب یاہو بود
ہر چہ خواہی طالب از باہو بیاب
اسم باہو چیست یعنی گنج وہاب

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادرا

مدینہ بھی مطہر ہے مطہر ہے علی پور بھی
ادھر جائیں تو اچھا ہے اُدھر جائیں تو اچھا ہے
ہر طرف بھیڑ ہے مدینے میں فقیروں کی
اک دینے والا ہے کل جہاں سوالی ہے

وغیرہ

رب ذوالجلال کا ارشاد ہے :۔

یسئلہ من فی السموات والارض کل یوم ھو فی شان ۔فبای آلاء ربکما تکذبٰن (الرحمٰن)

جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں سب اسی سے مانگتے ہیں (یعنی سب اسی کے محتاج ہیں) وہ ہر روز ایک شان میں ہے ۔پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

ان کے عقلی دلائل

یہ ان کے نقلی دلائل تھے عقلی دلائل کے نمونے بھی دیکھ لیجیے فرمایا کرتے ہیں :۔

لوگوں سے مانگنا

اگر غیر اللہ سے مانگنا ناجائز اور شرک ہے تو پھر سارا دن لوگوں سے کیوں مانگتے اور کام کرواتے ہو ۔ اس قیاس پر صدقے ۔ بریں عقل و دانش بباید گریست جو شئے کسی کی ملکیت اور اختیار میں ہو وہ اُس سے مانگ سکتے ہیں جیسے دنیا میں ہمارا اپنے متعلقین سے لینا دینا رہتا ہے ۔ لیکن جو شے فقط اللہ کے بس اور اختیار میں ہو وہ غیر سے کیسے مانگی جا سکتی ہے خواہ وہ زندہ بھی کیوں نہ ہو ۔ مثلاً میاں بیوی آب ہو اور دینے

والا خدا ہو آپ غیر سے کیسے کہہ سکتے ہیں ہمیں پُتر دے۔ یہ کوئی ٹیڈی پیسہ تو نہیں جو وہ جھٹ سے آپ کی جھولی میں پھینک دے گا۔ آپ موچی سے کہیں میرا جوتا پالش کر دے اور کسی سے قسمت کی یاوری چاہیں کیا خیال ہے اس میں فرق ہی نہیں...... میرے بھائی آپ تو اس سے بھی گئی گزری بات کرتے ہیں۔ آپ تو ان سے استعانت کرتے ہیں جو اتنا بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

أَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنَّ وَلِيِّ‌ىَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَ هُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۔ (اعراف ۱۹۵ و ۱۹۶)

کیا اُن کے لیے چلنے کو پاؤں پکڑنے کو ہاتھ دیکھنے کو آنکھیں یا سننے کو کان ہیں۔ کہہ دیجئے بلا لو اپنے شریکوں کو، اور میرے خلاف مکر کر لو اور ذرا مہلت بھی نہ دو۔ بے شک میرا کارساز اللہ تعالیٰ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہی نیک لوگوں کی مدد کیا کرتا ہے۔

افسر سے ملنا

کہتے ہیں کسی بڑے افسر سے ملنا ہو تو پہلے ماتحت اہلکاروں سے ملنا پڑتا ہے۔ چشم بد دور۔ بڑے بھائی کا طعنہ دینے والوں نے اللہ تعالیٰ کو جو خالق کائنات بھی ہے عالم الغیب بھی ہے اور مختار مطلق بھی ہے۔ ایسے بابو سے ملا دیا ہے جس کا علم و اختیار اپنے شعبے میں اور اپنے کمرے میں بند کمرے کی طرح محدود ہے۔ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (الحج ۷۴) انہوں نے اللہ کی صحیح قدر نہ جانی۔ لَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ (النحل ۷۴)

اللہ رب العزت کے لیے مثالیں تو نہ بیان کرو۔

ایک لطیفہ علامہ رشید رضا نے المنار میں ایک لطیفہ بیان کیا ہے مصر کے کچھ لوگ کشتی میں سوار تھے سمندر میں طوفان اُٹھا مختلف آوازیں اُبھریں یا سیّد رفاعی یا سیّد بدری یا شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ اتفاق سے ایک صاحب ایمان اہل دل بھی سوار تھے کسی نے اُن سے کہا آپ بھی کچھ دُعا فرمائیے تو کہنے لگے یَارَبِّ اَغْرِقْ اَغْرِقْ مَا بَقِیَ اَحَدٌ یَّعْرِفُکَ ۔ خدایا غرق کردے غرق کردے تجھے جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔

ایک ضروری وضاحت یہ بحث وسیلہ کے متعلق تھی اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے اگر اہل قبور سے یعنی خود اُن سے دُعا کی جائے تو اس صورت میں وہ وسیلہ نہیں ہوتے بلکہ یہ انہیں عین خدا بنانا ہے۔ اور اگر اُن سے یعنی بذریعہ اُن کے خدا سے مانگا جائے تو یہ وسیلہ ہے۔ اور یہ شرک کی وہ قسم ہے کفار مکہ جس کے مرتکب تھے۔

طفیل

وسیلہ کی ایک چھوٹی بہن اور بھی ہے عُرف عام میں جسے طفیل کہتے ہیں اسے شرک نہیں کہا جا سکتا ہے کیونکہ یہ غیراللہ کو پکارنا نہیں ہوتا البتہ بدعت ضرور ہے۔ اس میں اللہ کو غیراللہ کی دھونس دی جاتی ہے اور یہ بھی دُعا کا وہ طریقہ ہے جو کتاب وسنت اور خیرالقرون میں دستیاب نہیں افسوس کہ اہل دیوبند بھی اس قسم کی غیر ذمہ داری کا ثبوت دے دیتے ہیں شیخ سعدیؒ کا یہ شعر ان کے ہاں بہت مقبول ہے۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ
کہ بر قولِ ایمان کنی خاتمہ

بحق فلاں | ابو الحسین قدوری شرح کرخی میں فرماتے ہیں :-

خدا سے اس کی مخلوق کا واسطہ دے کر دعا کرنا جائز نہیں کیونکہ کسی مخلوق کا بھی خالق پر کوئی حق نہیں یعنی جس سے وہ انسانوں کی طرح پابند ہو جائے اہلسنت کا مسلک یہی ہے - امام ابو حنیفہ کا قول ہے خدا سے بجز اس کی ذات کے حوالہ سے دعا کرنا جائز نہیں میں دعا میں بحق خُلقِک کہنا ناپسند کرتا ہوں -

امام ابو یوسف فرماتے ہیں - میں دعا میں بحقِ فُلاَنٍ اَوْ بِحَقِّ اَنْبِیَاءِکَ وَ رُسُلِکَ وَ بِحَقِّ الْبَیْتِ الْحَرَامِ وَ بِمَشْعَرِ الْحَرَامِ کہنا پسند نہیں کرتا -

ہدایہ میں لکھا ہے ویکرہ ان یقول فی دعائہ بحق فلاں او بحق انبیاءک و رسلک لانہ لا حق للمخلوق علی الخالق (اخیرین کتاب الکراھیتہ ص ۴۰۲) اپنی دعا میں یہ کہنا یا اللہ تجھے فلاں کا واسطہ یا تیرے نبیوں اور رسول کا واسطہ مکروہ ہے اس لیے کہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے -

اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے - ویکرہ ان یقول فی دعائہ بحق فلاں وکذا بحق انبیاءک و اولیاءک او بحق البیت او المشعر الحرام لانہ لا حق للمخلوق علی اللہ تعالیٰ (کتاب الکراھیتہ ج ۵ ص ۳۱۸) دعا میں کسی کا حق نہیں جتلانا چاہیے بحق انبیاء بحق اولیاء بحق بیت اللہ یا بحق مشعر حرام کہنا مکروہ ہے اس لیے کہ اللہ تعالےٰ پر مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے -

مقلدین کو اپنی حد میں رہنا چاہیے اور اپنی اوقات پہچاننی چاہیے - خود اپنے ہی مجتہدین کے اقوال سے تجاوز کرنا تو صریحاً غیر مقلد ہونے کی دلیل ہے -

معتزلہ کے نزدیک مخلوق کا خالق پر حق ہے بالفرض ان کی بات مان

لی جائے تو حق ان کا ہے جن کا ہے۔ دوسرے سائلوں کو کسی کے حق سے کیا تعلق اور سروکار۔ تو کون ہیں خواہ مخواہ حق جتلانا ہے تو اپنا حق جتلایئے حق کے علاوہ بزرگ اشیاء کی عزت و حرمت کا واسطہ بھی دیا جاتا ہے ان کی عزت و حرمت اللہ تعالیٰ کے ہاں بجا لیکن آپ کون ہوتے ہیں کسی کی عزت و حرمت سے فائدہ اٹھانے والے لوگوں سے کہا جائے خدا کے لیے دو تو بات بنتی ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَاءَلُوْنَ بِہٖ۔

(النساء)

اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔

اس کے برعکس اگر خدا سے کہا جائے کہ فلاں کے لیے دے تو یہ اُس کی توہین ہے۔

مطلب یہ ہے اگر چھوٹے کو بڑے کا واسطہ دیا جائے تو اس میں وزن ہوتا ہے اور اگر بڑے کے آگے چھوٹے کا دباؤ ڈالنے کی کوشش کی جائے تو بنا بنایا کام بھی بگڑ سکتا ہے۔

فلاں اپنی جگہ کتنا بڑا سہی پر اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ کسی کو اتنا عظیم بھی نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی عظمت میں خدا کی سی عظمت جھلکنے لگے۔ غور کیجیے قسم اٹھانا حالانکہ دُعا یا عبادت نہیں تاہم فرمایا۔ مَنْ کَانَ حَالِفًا فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰہِ (بخاری) صرف اللہ کی قسم اُٹھایئے۔ بلکہ فرمایا مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ (ترمذی) جس نے غیر اللہ کی قسم اُٹھائی پس اُس نے شرک کیا۔

اللہ تعالیٰ بڑا ہونے کے ساتھ ساتھ بے نیاز بھی ہے۔ وہ کسی کے احسانات کے بوجھ تلے دبا بھی نہیں ہوا۔ بلکہ جتنا کوئی زیادہ نیک ہوتا ہے اتنا ہی اُس پر خدا کا زیادہ احسان ہوتا ہے۔ لَا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ

بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ (حجرات ۱۷)

مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتلاؤ بلکہ خدا کا تم پر احسان ہے۔کہ اُس نے تمہیں ایمان کی توفیق بخشی۔

ایک حدیث شریف کے مطابق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو اگر اگلے پچھلے تمام جن و انسان انتہائی نیک ہوجائیں تو میری بادشاہی میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے۔ اور اگر تمام انتہائی بد ہوجائیں تو میری بادشاہی میں کچھ کمی نہیں کر سکتے (عن ابی ذر۔ مسلم)

اس لیے کسی بھی لحاظ سے اللہ تعالےٰ کو غیر ذات کا واسطہ نہیں دینا چاہیے۔اس کے ہاں تو یہ قاعدہ ہے۔ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَھَا ۔ (بنی اسرائیل ۔۷)

اگر نیکی کرو گے تو اپنے لیے نیکی کرو گے اور اگر برائی کرو گے تو وہ بھی اپنے لیے ہی۔

لیس للانسان الا ما سعیٰ (النجم ۳۹) انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے کوشش کی۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْھَا (الجاثیہ ۱۵)

جو شخص اچھا کام کرے تو اُس کی ذات کے لیے ہے اور جو بُرائی کرے تو اُس کا وبال بھی اسی پر۔

اس لیے کسی کے حق سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرنا۔جعلسازی اور فراڈ ہے اور خدا کی طرف حق نکالنا بوگس کلیم کے مترادف ہے۔

بدعت مذکورہ کے لیے کوئی ثبوت نہیں البتہ کچھ ضعیف اور موضوع روائتیں حسبِ عادت اس سلسلے میں ضرور پیش کی جاتی ہیں مثلاً حضرت ابوبکرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا مجھے قرآن یاد نہیں رہتا تو فرمایا پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّكَ وَ بِاِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِكَ وَ بِمُوْسٰی نَجِیِّكَ وَعِیْسٰی رُوْحِكَ وَكَلِمَتِكَ وَبِتَوْرَاةِ مُوْسٰی وَ اِنْجِیْلِ عِیْسٰی وَ زَبُوْرِ دَاوٗدَ وَ فُرْقَانِ مُحَمَّدٍ وَ بِكُلِّ وَحْیٍ اَوْحَیْتَهٗ وَقَضَاءٍ قَضَیْتَهٗ (رزین)

یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں محمدؐ کے ساتھ جو تیرے نبی ہیں۔ ابراہیمؑ کے ساتھ جو تیرے خلیل ہیں۔ موسیٰ کے ساتھ جو تیرے کلیم ہیں۔ اور عیسیٰؑ کے ساتھ جو تیری روح اور تیرا کلمہ ہیں۔ اور تورات موسیٰؑ۔ انجیل عیسیٰؑ، زبور داؤدؑ، فرقان محمدؐ۔ ہر وحی جو تو نے کی اور ہر فیصلہ جو تو نے فرمایا کے ساتھ ..... (موضوع ہے)۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْكِ الْمُهَاجِرِیْنَ (مشکوٰۃ)

آنحضرتؐ غریب مہاجرین کی بدولت فتح طلب فرمایا کرتے۔

یہ حدیث مرسل بھی ہے اور ضعیف بھی۔ بصورت تسلیم اس سے مراد ان کی دعا ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صہ۱۱ جلد ۵)

اِنَّ آدَمَ عِنْدَ مَعْصِیَتِهٖ قَالَ اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ فَقَالَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ اَیْنَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا؟ قَالَ رَاَیْتُ فِیْ كُلِّ مَوْضِعٍ مِّنَ الْجَنَّةِ مَكْتُوْبًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ اَكْرَمُ خَلْقِكَ عَلَیْكَ فَتَابَ عَلَیْهِ وَغَفَرَلَهٗ۔

(قاضی عیاض)

حضرت آدم علیہ السلام نے نافرمانی کے بعد دعا مانگی یا اللہ محمدؐ کے طفیل میری لغزش معاف کر دے اللہ تعالےٰ نے پوچھا تجھے محمد کا کہاں سے پتہ چلا جواب دیا میں نے جنت میں ہر جگہ لکھا دیکھا۔ لا الٰہ الا اللہ

محمد رسول اللہ تو میں نے جان لیا کہ وہ تیری عزیز ترین مخلوق ہیں ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی اور معاف فرمایا۔ یہ از قبیل اسرائیلیات ہے ۔

بیہقی میں حضرت انسؓ سے روایت آتی ہے کہ ایک اعرابی کی درخواست پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعائے استسقاء فرمائی اور خوب بارش ہوئی تب آپ نے فرمایا اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں ۔ کون ہے جو مجھے ان کا شعر سنائے ؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا کیا آپ کی مراد ان کے اس شعر سے ہے ۔

وابیض یستسقیٰ الغمام بوجہہ
ثمال الیتمیٰ عصمۃ للارامل
(بحوالہ فتح الباری ج ۲ صـ ۴۹۵)

اور سفید ہیں بادل آپ کے چہرے سے مانگا جاتا ہے ۔
یتیموں کا ملجا ہیں اور رانڈوں کے لیے پناہ گاہ ہیں ۔

اس سے بھی حضورؐ کے طفیل دعا مانگنے کا ثبوت مہیا کیا جاتا ہے ۔ حالانکہ اس واقعہ میں حضورؐ نے خود دعا فرمائی ہے ۔ زندہ کی دعا کے وسیلہ ہونے میں تو کسی کو انکار ہی نہیں ۔ علاوہ ازیں یہ روایت ضعیف بھی ہے ۔ اس میں ایک راوی مسلم الملائی متروک ہے ۔ بخاری شریف میں یہ روایت اس طرح ہے عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی دعا فرماتے ۔ ابھی آپ منبر شریف سے نہیں اترتے تھے کہ تمام پرنالے بہنے لگتے ۔ میری نظر آپ کے چہرہ انور پر ہوتی اور مجھے ابوطالب کا یہ شعر یاد آ جاتا وابیض یستسقیٰ الغمام الخ (صـ ۱۳۷)

ظاہر ہے کہ اس میں غائبانہ حضورؐ کے طفیل دعا مانگنے کا کوئی تصور ہی نہیں ۔

بعض لوگ اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں اذا سالتم اللہ فاسئلوا بجاھی فان جاھی عند اللہ عظیم۔ جب اللہ تعالےٰ سے مانگو تو میرے مرتبہ سے مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا مرتبہ عظیم ہے۔
یہ الفاظ بالکل موضوع اور بے سند ہیں نیز جاہ کا لفظ فارسی ہے اور یہ حضورؐ کی زبان ہی نہیں تھی۔
بعض اہلحدیث بزرگوں سے بھی اسی قسم کی کمزوریاں منقول ہیں۔ لیکن ہم ان کے جواب دہ نہیں۔ جو بات غلط ہے وہ بہر حال غلط ہے۔
ہمارا مذہب قرآن اور حدیث ہے نہ کہ بزرگوں کی لغزشیں اور فروگذاشتیں۔

اصلی وسیلے

اگر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیائے کرام و بزرگانِ دین کا وسیلہ چاہتے ہیں تو اس کی ایک صورت ہے۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

وہ یہ کہ نہ تو ان کو پکارا جائے نہ بارگاہِ ایزدی میں اُن کی ذات یا اُن کے کسی حق کا واسطہ دیا جائے بلکہ ان پر ایمان لانے کو ان کی اتباع کرنے کو اور ان کے اسوۂ حسنہ کے مطابق چلنے اور عمل صالح اختیار کرنے کو وسیلہ قرار دیا جائے۔ بحمد اللہ اس کا ثبوت بھی تسلی بخش حد تک موجود ہے۔ بات پھر وہیں پہنچ گئی جہاں سے چلی تھی۔ یعنی حقیقت میں ایمان اتباع اور عمل وسیلہ ہے۔ اس کی تفصیل کچھ شروع میں گزری کچھ اخیر میں مزید ملاحظہ فرما لیجیے۔

ایمان اور عمل صالح	وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

وَیَزِیْدُ هُمْ مِنْ فَضْلِهٖ (شوریٰ ۲۶)

اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے۔

وَمَا اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (سبا ۳۷)

تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں ہم سے قریب کرنے کا ذریعہ نہیں ہم سے قریب صرف وہ ہے جو ایمان لایا اور عمل صالح کیے۔

اتباع:۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ (آل عمران ۵۳)

مولا ہم ایمان لائے اس چیز کے ساتھ جو تُو نے اتاری اور پیروی اختیار کی ہم نے اس رسول کی پس ہمیں تصدیق کرنے والوں میں لکھ لے۔

اطاعت:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دعا کیا کرتے تھے:۔

اَللّٰهُمَّ اَمَرْتَنِیْ فَاَطَعْتُ وَدَعَوْتَنِیْ فَاَجَبْتُ وَهٰذَا اَسَحَرٌ فَاغْفِرْ لِیْ۔

اللہ پاک تُو نے مجھے حکم دیا اور میں نے مانا تُو نے مجھے بُلایا اور بندہ حاضر ہو گیا۔ یہ وقت سحر ہے پس مجھے معاف فرما دے۔

لَوْ اَنَّ عَبِیْدِیْ اَطَاعُوْنِیْ لَاَسْقَیْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّیْلِ وَاَطْلَعْتُ عَلَیْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ اُسْمِعْهُمُ الرَّعْدَ۔

(حدیث قدسی احمد)

اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں ان پر رات کو مینہ برساؤں دن کو دھوپ نکالوں اور انہیں گرجنے کی آواز کبھی نہ سناؤں۔

فَاِنَّهٗ لَا یُدْرَكُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ۔

(عن ابن مسعودؓ۔ بیہقی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے جو کچھ لینا ہو وہ فقط اس کی اطاعت ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

شکر: - وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ (سورہ ابراھیم)

اور جب تمہارے رب نے تمہیں اطلاع دے دی کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔

تقویٰ: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (اعراف ۹۶)

اور اگر بستیوں والے ایمان اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر زمین و آسمان کی برکتیں کھول دیتے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔

(الطلاق ۲ و ۳)

اور اہلِ تقویٰ کے لیے اللہ تعالیٰ راہِ نجات پیدا کرتا ہے اور رزق دیتا ہے انہیں جہاں سے انہیں وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ تعالےٰ پر توکّل کرے تو وہ اُسے کافی ہو جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی تین آدمیوں کا قصّہ مشہور ہے جو بارش سے بچنے کے لیے ایک غار میں داخل ہوئے تو اُس کے منہ پر ایک چٹان آگئی اور راستہ بند ہو گیا۔ انہوں نے سوچا اپنے اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنایا جائے۔ مختصراً یہ کہ

ایک بولا یا اللہ میں نے اپنے ماں باپ کی خدمت صرف تیری رضا کے لیے کی تھی ایک روز تو میں ساری رات دُودھ کا پیالہ لیے ان کے سرہانے کھڑا رہا اور بچے مارے بھوک کے میرے قدموں میں بلکتے رہے..... پتھر تھوڑا سا سرک گیا۔

دوسرے نے کہا خدایا میں صرف تجھ سے ڈر کر عین موقع پر بد معاشی سے باز آگیا ..... پتھر کچھ اور ہٹ گیا۔

تیسرا کہنے لگا الٰہی میں نے ایک مزدور کو اس کی مزدوری کچھ عرصہ کے بعد مع منافع کے جو مویشیوں کی شکل میں تھی صرف تقویٰ کے لیے اور تیری رضا کے لیے دے دی تھی راستہ بالکل صاف ہو گیا۔

(عن ابن عمرؓ - صحیحین)

فرائض و نوافل

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ قَالَ مَنْ عَادیٰ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہٗ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہٗ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ۔

(عن ابی ھریرۃ بخاری)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے میرے دوست سے دشمنی رکھی میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے۔ اور نہیں قریب ہوتا میرا بندہ مجھ سے کسی عمل کے ساتھ جو محبوب تر ہو فرائض سے اور میرا بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعہ بھی قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں جب میں اس سے محبت کرنے لگوں تو میں اسکا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا پاؤں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو دیتا ہوں۔ پناہ مانگے تو میں پناہ میں لے لیتا ہوں۔

یہ حدیث اس آیت کی تفسیر معلوم ہوتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ (النحل ۱۲۸)

اللہ تعالیٰ نیک لوگوں اور متقیوں کے ساتھ ہے۔

صفاتِ الٰہی

اصل منزل جب خدا ہی ٹھہرا تو خالق کو مخلوق کا واسطہ دینے کی بجائے کیوں نہ اُسے خود اُسی کی صفات کا حوالہ دے کر یاد کیا جائے اور اسی کے قدموں میں گر کر کہا جائے یا اللہ اپنی رحمت کے صدقے اپنی بزرگی کے طفیل اپنی قدرت کے بموجب وہ کہے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ ۔

(عن انس ۔ ترمذی)

اے زندہ رہنے والے اے قائم رہنے والے تیری رحمت کا طالب ہوں۔

لیلۃ القدر کے لیے حضورؐ نے دُعا ارشاد فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ۔

(عن عائشہؓ ۔ ترمذی)

یا اللہ تو معاف کرنے والا ہے ۔ معافی کو پسند کرتا ہے ۔ پس ہمیں معاف فرما۔

جنگِ احزاب کے دن آپؐ نے یہ دُعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتٰبِ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَ زَلْزِلْهُمْ۔

(عن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ بخاری مسلم)

اے اللہ کتاب اتارنے والے جلدی حساب لینے والے اے اللہ لشکروں کو شکست دے اے اللہ انہیں شکست دے اور انہیں ہلا کے رکھ دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے غم و رنج پہنچے تو یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ ابْنُ عَبْدِكَ اِبْنُ اَمَتِكَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُكَ اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ

سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ وَ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَ نُوْرَ صَدْرِیْ وَ جَلَاءَ حُزْنِیْ وَ ذَھَابَ ھَمِّیْ (مسند احمد)

خدایا میں تیرا بندہ ہوں تیرے بندے کا بیٹا ہوں تیری بندی کا بیٹا ہوں - میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے - تیرا حکم مجھ پر چلتا ہے۔ تیری تقدیر مجھ پر انصاف کے ساتھ لاگو ہے - میں تجھ سے مانگتا ہوں تیرے ہر اُس نام کے وسیلے سے جو تو نے اپنا رکھا اور تو نے اُسے اپنی کتاب میں اُتارا یا تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا یا تو نے اسے ترجیح دی اپنے علم غیب میں کہ کر دے تو قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار میرے سینے کا نور میرے غم کے ازالے کا سبب اور میرے فکر کے تدارک کا باعث۔

اسماءِ حُسنیٰ

وَ لِلّٰہِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا (اعراف ۱۸۰)

اور اللہ کے نام ہیں اچھے اچھے تم اُسے پکارو ان کے وسیلے سے۔

یہ سب نام تعریفی اور صفاتی ہیں ان کا ورد وظیفہ ایک محبوب عمل اور قبولیت کے لیے نہایت مفید ہے - رکوع میں سبحان ربی العظیم کہنے کے بعد اُٹھتے وقت کہتے ہیں سمع اللہ لمن حمدہ - سُن لی اللہ تعالیٰ نے بات اُس کی جس نے اُس کی تعریف کی - یعنی جب اللہ جل جلالہ وعم نوالہ خود اپنی صفات کے ساتھ اپنی مخلوق کے لیے وسیلہ بننے کو تیار ہے تو اندھے کو کیا چاہیے دو آنکھیں - اللہ کے لیے اللہ سے بڑھ کر اور کونسا وسیلہ ہو سکتا ہے - یہ مسنون دُعا کتنی اچھی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَ بِمُعَافَاتِکَ مِنْ

عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ ۔ (عن عائشہؓ۔ مسلم)

یا اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے تیری معافی کے ساتھ تیری سزا سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ تجھ سے میں تیری تعریف شمار نہیں کر سکتا۔ تو ویسے ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف فرمائی ۔

وعدہ الٰہی کے حوالے سے

انسان مانگے تو اللہ تعالےٰ نے قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے ۔

اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرۃ ۱۸۶)

جب کوئی مجھے پکارے تو میں پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں ۔

اس وعدہ کے حوالہ سے بھی دُعا مانگی جا سکتی ہے ۔ بروایت عبداللہ بن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں کہنا مروی ہے ۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ وَ قَوْلُکَ الْحَقُّ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۔

یا اللہ تو نے کہا اور تیری بات برحق ہے یعنی کہ مجھے پکارو میں تمہاری بات قبول کروں گا اور بے شک تو وعدے کا خلاف نہیں کرتا ۔

وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ (التوبہ ۱۱۱)

اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا کون پورا کرنے والا ہے ۔

غزوہ بدر کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا مانگی اَللّٰھُمَّ اَنْجِزْلِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ یا اللہ وہ وعدہ پورا فرما جو تو نے مجھ سے کیا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ (انعام)

تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت فرض کر لی ہے ۔

اُس نے وعدہ کیا حدیث قدسی ہے۔

یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُهٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا۔

اے میرے بندو میں نے اپنے اُوپر ظلم حرام کر دیا اور تمہارے مابین بھی حرام قرار دیا پس آپس میں ظلم نہ کرو۔

اُس نے وعدہ کیا وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ (الروم)

ہم پر مومنوں کی مدد فرض ہے۔

اُس نے وعدہ کیا

حَقُّ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهٖ اَنْ یَّعْبُدُوْهُ وَلَا یُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰهِ اِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ اَنْ لَّا یُعَذِّبَهُمْ۔

(عن ابی ذر بخاری)

اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اُس کی عبادت کریں اور اُس کے ساتھ کسی شریک نہ بنائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے اگر وہ ایسا کریں تو اُنہیں عذاب نہ کرے۔

ضمناً عرض ہے اس حدیث سے کسی کے دل میں یہ شبہ نہیں گزرنا چاہیے کہ بندوں کا اللہ پر ویسا ہی حق ہے جیسے ہمارا ایک دوسرے پر ہوتا ہے اور وہ ہمارا مقروض ہو گیا ہے اور اب ہم اُس سے قانوناً اپنا حق وصول کرنے کے حق دار ہیں اس لیے کہ ہماری عبادت کا صحیح ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اُلٹا اُس کا ہم پر احسان اور حق ہے وَمَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ (الاعراف ۴۳) خدا کی توفیق شامل حال نہ ہوتی تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَنْ یَّدْخُلَ اَحَدٌ نِ الْجَنَّةَ بِعَمَلِهٖ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ مِنْهُ وَفَضْلٍ (بخاری) کوئی آدمی اپنے عمل کے زور سے جنت میں داخل نہیں ہوگا

صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ بھی نہیں ؟ فرمایا میں بھی نہیں ۔ مگر اس صورت میں کہ اللہ کی رحمت و فضل میرے شامل حال ہو جائے ۔ نیز فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَوْ عَذَّبَ اَھْلَ سَمَاوَاتِہٖ وَ اَھْلَ اَرْضِہٖ لَعَذَّبَھُمْ وَ ھُوَ غَیْرُ ظَالِمٍ وَ لَوْ رَحِمَھُمْ لَکَانَتْ رَحْمَتُہٗ لَھُمْ خَیْرًا مِنْ اَعْمَالِھِمْ ۔

اگر اللہ تعالیٰ سب اہلِ ارض و سما کو عذاب دے دے تو بھی وہ ظالم نہیں ہوگا اور اگر اُن سب پر رحم فرمادے تو اُن کے لیے اُس کی رحمت اُن کے اعمال سے بہتر ہو گی ۔

ثابت ہوا حدیث شریف میں مذکور حق کی حیثیت وعدے کی سی ہے اور وہ بھی فقط ان کے لیے جو موحد ہیں اور ذرا برابر شرک نہیں کرتے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ ۔ اتنی تعداد میں صحیح وسیلوں کے ہوتے ہوئے اگر لوگ پھر بھی ایسے وسیلوں کے متلاشی ہوں جن کا کوسوں پتہ نہیں تو ایک عظیم ناشکری اور زبردست ٹریجڈی ہے ۔ لیکن آہ ! مجبوراً کہنا پڑتا ہے جن کے مونہوں کو مُردوں کی ہڈیوں کا چسکا لگ چکا ہو یہ مقدس باتیں یہ اللہ کے احکام یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یہ اسلام کی ہدایات ان کے پروازِ تخیّل سے کہیں بلند ہیں ۔

؎ پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

جعلی وسیلہ وسیلہ کا انکار ہے

سچ پوچھیے تو اللہ تعالیٰ سے براہِ راست مانگنا اُس کا قُرب اور وسیلہ حاصل کرنا ہے اور اس سے بالواسطہ مانگنا اپنے اور خدا کے درمیان دُوری ، جُدائی اور اَنمٹ فاصلہ پیدا کرنا ہے اور قُرب و وسیلہ کا انکار ہے ۔

سوءِ ظنی مصنوعی وسیلوں کے پیروکار دراصل اللہ تعالےٰ کے متعلق سوءظنی کا شکار ہیں ۔ وہ اسے عاجزی خیال کرتے ہیں ۔ یہ وہ عاجزی تو ہو سکتی ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے ۔ وہ عاجزی ہرگز نہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک لے جاتی ہے ۔ بندہ عاجز ہوتا ہے جو خداوند کے سامنے اظہارِ عبودیت اور عجز و نیاز کرے ۔ اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھنا کہ بذاتِ خود بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو عجز نہیں بغاوت اور سرکشی ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہ طرزِ عمل ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں پرے لے جاتا ہے ۔

وہ کہ چیونٹیوں ، زانیوں اور قاتلوں کی سننے والا ہے جو الرحمٰن الرحیم ہے جس کی رحمت رَحمتی وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ہے اس سے نا اُمید ہونا اُس کی رحمت و ربوبیّت کو چیلنج ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ ۔

(عن جابر ۔ مسلم)

اللہ پر حُسنِ ظن رکھ کر مرو ۔ نیز فرمایا اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ ۔ (حدیث قدسی) میں بندے کے لیے ویسا ہی ہوں جیسا وہ مجھے خیال کرے آپؐ نے فرمایا ۔

قَالَ اللّٰہُ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ عَلٰی مَا کَانَ مِنْکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عِنَانَ السَّمَآءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ یَا ابْنَ آدَمَ اِنَّکَ لَوْ اَتَیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَاَتَیْتُکَ بِقُرَابِھَا مَغْفِرَۃً ۔ (عن انس ۔ ترمذی)

اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے انسان جب تک تو مجھے پکارے گا اور مجھ سے اُمید رکھے گا میں تیرے سارے گناہ معاف کر دوں گا مجھے اس بات کی

پرواہ نہیں ہو گی خواہ تیرے گناہ آسمان تک کیوں نہ پہنچ گئے ہوں تو مجھ سے بخشش مانگے گا تو میں بخش دوں گا۔ اے ابن آدم تو زمین بھر کر بھی گناہ لے آئے پھر میرے ساتھ تیری ملاقات اس حالت میں ہو کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہو تو میں تجھے زمین بھر کر بخشش عطا کروں گا۔

ہمارے لیے قوم یونسؑ میں عبرت ہے ان کا نبی مچھلی کے پیٹ میں قید ہے اور یہ گمراہ لوگ بغیر وسیلے کے تائب ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ (سورہ یونس) وہ ایمان لے آئے تو ہم نے اُن سے رسوائی کا عذاب دُور کر دیا۔

اللہ تعالیٰ سے دُور دُور رہنا اور پیچھے پیچھے کھسکنے کی کوشش کرنا عقلمندی نہیں۔

آگے بڑھ کر اللہ کی رحمت سے جھولیاں بھر لینی چاہییں۔ ورنہ وہی مثال ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی صفِ اوّل کے متعلق فرمایا ہے۔

لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُوْنَ عَنِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ (عن عائشہؓ - ابوداؤد)

اگلی صف سے پیچھے رہنے والے کو اللہ تعالیٰ پیچھے کرتے کرتے آگ میں ہی ڈال دے گا۔

جس کے دَر سے

ہم خود اُس خدا سے کیوں نہ مانگیں جس کے دَر سے رسولوں کو رسالت ملی نبیوں کو نبوت ملی صدیقوں کو صدیقیت ملی شہیدوں کو شہادت ملی صالحین کو صالحیت ملی۔ ولیوں کو ولایت ملی بزرگوں کو بزرگی ملی مجددوں کو مجددیت ملی، بادشاہوں کو بادشاہی ملی۔ اور فقیروں کو فقیری ملی۔ وہ ان سب کو یہ سب کچھ دے سکتا ہے کیا ہمارے

لیے اُس کے پاس کچھ نہیں رہا۔ وہ ہماری ادنیٰ ضروریات کے لیے بھی کہتا ہے فلاں پیر کی سفارش لاؤ فلاں بزرگ کا وسیلہ لاؤ، گنج بخشؒ کو بلاؤ۔ شکر گنجؒ کو آواز دو۔ اُس کے اپنے گنج خالی ہو گئے ہیں۔ جو بگڑے یا اُجڑے ہوئے رئیسوں کی طرح یوں ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے۔ یا اُس نے ہمارے پرخود غلط افسروں کی طرح لال فیتے کا چکر سیکھ لیا ہے۔ یا پھر کنجوس ہو گیا ہے۔ (نعوذ باللہ)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ۔ (مائدہ ۶۴)

اور یہودیوں نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہیں۔ ان کے اپنے ہاتھ بندھے ہیں۔ اس الزام کے سبب سے وہ لعنتی قرار پائے اللہ کے ہاتھ کھلے ہیں جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

جو خود نہ رہے

کیا ہو گیا ہے ہمیں؟ اُن سے رزق مانگتے ہیں جن کا دُنیا سے اپنا دانہ پانی ختم ہو گیا۔ ان سے بیٹے مانگتے ہیں جن کے اپنے بیٹے نہ رہے۔ ان سے صحت مانگتے ہیں جن کی اپنی صحت جواب دے گئی ان سے زندگی مانگتے ہیں جن کی اپنی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ان سے حاجتیں طلب کرتے ہیں جو خود ساری زندگی خدا کے محتاج رہے اور اب بھی اُسی کے حوالے ہیں۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔ (فاطر ۱۱۵)

اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اللہ ہی بے نیاز تعریف کیا گیا ہے۔

کیا خدا تعالیٰ کے جیتے جی اُس کا در چھوڑ کر کوئی مسلمان دُوسروں کے در پر دھکے کھاتا پھرے۔ یہ بات ہمارے تصوّر میں بھی نہیں آ سکتی۔

مجھے تو ان حاجی صاحبان پر تعجب ہے جو عُرسوں میں آوارہ گردی کرتے ہیں
کیا زیارت حرمین شریفین سے بھی ان کے ذوقِ عبادت کو تسکین نہیں ملتی ہے
یہ چھچھوری حرکتیں ان کے معیار سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ یہ فعل اُن کے
شایانِ شان نہیں۔ احکم الحاکمین کے دربار میں رسائی کے بعد قبروں پر
درخواستیں گزارتے پھرنا کہاں کی دانش مندی ہے جسے مکے اور مدینے
میں خدا نہیں ملا اسے پھر کہیں بھی نہیں مل سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ پہلوؤں کو چھوڑ کر فوت شدہ پہلو کو وسیلہ بنانا

حاصل یہ کہ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی مقدس یادگاریں ہمارے
پاس زندہ موجود ہیں۔ آپ کا لایا ہوا قرآن زندہ ہے، آپ کی سنت زندہ
ہے۔ اسلام زندہ ہے، مشن زندہ ہے، نصب العین زندہ ہے،
رشد و ہدایت زندہ ہے علم و حکمت اور اصول زندہ ہیں ان پر عمل کرنے
کو وسیلہ بنائیے۔ اُس شے کو کیوں وسیلہ بناتے ہو جس پر سے زندگی
کے آثار ناپید ہو گئے۔

فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ وَ
يَقُوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ يَدَيْهِ
فَجَعَلَ يَقُوْلُ فِي الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى حَتّٰى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ۔

(عن عائشة۔ بخاری)

آپؐ اپنے ہاتھوں کو پانی میں داخل فرماتے پھر انھیں اپنے چہرہ مبارک
پر پھیرتے اور فرماتے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں بیشک
موت کی بے ہوشیاں ہیں۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھوں کو کھڑا کیا اور

فرمانے لگے (اے اللہ) رفیق اعلیٰ میں شامل فرما۔ یہاں تک کہ آپؐ کی رُوح مبارک قبض کر لی گئی اور آپؐ کا ہاتھ ڈھلک گیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

وسائل مذکورہ بالا پر نہ کبھی سکراتِ موت طاری ہوئی ہیں نہ موت وارد ہوئی ہے۔ یہ تا قیامت حیات رہیں گی۔ کیا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نشانیاں آپ کو پسند نہیں کیا یہ آپ کی طبع مُردہ پرست پر گراں گزرتی ہیں۔ زندہ وسیلوں کی طرف شاید آپ اس لیے توجہ نہیں دیتے کہ اِن پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ اور مُردہ وسیلوں کے پیچھے اس لیے بھاگتے ہو کہ وہ اُٹھ کر آپ کو دُرست نہیں کر دیتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ زندہ امانتیں ہمارے پاس محفوظ ہیں انھیں آپ وسیلہ بنانے پر آمادہ نہیں آپ صرف اُس وجود کو وسیلہ بنانا چاہتے ہیں جو کسی کے ہاتھوں میں بھی نہیں جسے قدرت نے ہم سے چھین لیا جسے موت نے ہم سے جُدا کر دیا جسے نہایت عزت و احترام کے ساتھ صدیاں گزر گئیں منوں مٹی کے نیچے رکھ دیا گیا ہوا ہے۔

باقی بزرگوں کا مسئلہ بھی علیٰ ہذا القیاس ہے۔ یعنی خدا کے لیے اُن کی ذات کو نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کے مطابق ان کے نقوش قدم پر چلنے کو وسیلہ بنا لیجیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ (النسآء ۷۰) اور جو بھی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی نبی، صدیق، شہید، اور صالح یہ بہترین ساتھی ہیں۔

مصنف کی دوسری مطبوعات

قد قامت الصلوٰۃ (نماز کے ضروری مسائل) (حصہ اول)

حی علی الصلوٰۃ (حصہ دوم)

معرکہ حق و باطل بجواب جاء الحق

کراچی کا عثمانی مذہب

فتاوی عالمگیری پر ایک نظر

ہدایہ عوام کی عدالت میں

تبلیغی جماعت اپنے نصاب کے آئینے میں

تین طلاقیں

وسیلہ

وجہ تسمیہ اہلحدیث

قبر پرستی اور اس کے اسباب

پردہ

ایثار

ایام قربانی

تعویذ اور دم

نظریہ پاکستان اور اس کے تقاضے